

إِصْلَاحُ تَقْرِيرِیْنِ

فہم نے جاننے والی عمارتیں اور سرکاری عمارتیں
عمران و ترمیم کے لیے ایک نیا طریقہ

جلد ہفتم

فہم نے جاننے والی عمارتیں اور سرکاری عمارتیں
عمران و ترمیم کے لیے ایک نیا طریقہ

عمران و ترمیم کے لیے ایک نیا طریقہ
فہم نے جاننے والی عمارتیں اور سرکاری عمارتیں

بیت العلوم

بیت العلوم، لاہور، پاکستان

﴿حسنہ حقانی بنی و شریفہ علمیں﴾

۱۔ کتب: اصلاحی تقریری

جلد دفتر

خطب: حضرت مولانا مطلق محمد رفیع دہلوی صاحب مدظلہ

منہاج تہذیب: سہ ماہی زامرو مولانا (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی)

پاشنام: محمد تقی شریف

دائرہ: بیت العلوم - ۲۰۰۰ کھربوہ چوک، رانی اڈہ، لاہور

فون: ۷۳۵۳۳۸۳

﴿پٹنے کے پتے﴾

بیت العلوم: ۲۰۰۰ چھوڑا، پٹنہ، لاہور

بیت کتب: گلشن حقانی کراچی

ادارہ اسلامیات: ۱۱۹۰ کراچی، لاہور

ادارہ اعلیٰ: ذاک خان دارالعلوم کراچی، کراچی

ادارہ اسلامیات: سرگودھا، چوک اور بازار کراچی

مکتبہ دارالعلوم: جامعہ دارالعلوم کراچی، کراچی

دارالاشاعت: ادارہ بازار کراچی، کراچی

مکتبہ مدنیہ: مکتبہ کراچی، کراچی

بیت حقانی: ادارہ بازار کراچی، کراچی

مکتبہ اسلامی: غزنی، کراچی

پیش لفظ

حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ

محمدہ و صلی علی رسولہ الکریم

مجھ جیسے چیز کی زبان سے نکل ہوئی باتیں تو اس قابل بھی نہ تھیں کہ ان کو "تقریریں" کہا جاتا، چنانچہ انہیں "اصلاحی تقریریں" کا عظیم الشان نام دے کر کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ لیکن اہل محبت کا حسن نکل ہے کہ وہ ان کو نیپہ ریکارڈ پر محفوظ کر لیتے ہیں۔

عزیز القدر مہادی محمد ناظم سلمہ نے جو: ر العلوم کراچی کے ہونیوارڈ مشن، اور 'جو معاد شریف لاہور' کے مشہور استاد ہیں، کئی سال سے ان نیپہ شدہ تقریروں کو قلم بند کرنا شروع کیا ہے۔ ان کے ادارے بیت العلوم لاہور سے شائع کرنے کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے اور اب تک اس سلسلے کے چھ درجن سے زیادہ کتابچے شائع کر چکے ہیں، اور اب ان میں سے کچھ مطبوعہ کتابچوں کا ایک مجموعہ "اصلاحی تقریریں (جلد ہفتم)" کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔

یہ دیکھ کر خوش ہوئی کہ مآشاء اللہ انہوں نے اور ان کے رفقاء نے کار نے نیپہ

ریچرڈ رائے نقشِ کردار نے جس بڑی نگاہیں اور حقیقت پرست نگاہیاں اور زنجی منطانات پر عالمِ ان کی فائنٹ میں لکھ کر رکھا ہے۔ اور بعدِ سوم کے بعد ان میں پرمعہ دارانہ اور کراچی کے دو ہزار فاضل، اور اسکاؤٹ ماسٹی اور زاحم صدیقی سکول کے صوبہ و قریب کایہ مہر میں منید اضلاع میں مرتبہ کرتا ہوں میں بیان دے دے ولی قیادت قریب اور ماریٹ مبارک کے مسلسل حوالے ہیں اور یہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی سب کھلتے دشت کو تہ سے تہ کوازے اور ان کے علم و محنت و محنت میں ہر بات و مقام کے لئے اور اس کو تہ سے تہ کو تہ کے لئے قریب قریب کے لئے صدقہ جہ یہ ہوتا ہے اور اسیت احوال کو دینی اور دنیاوی ترقی کے لئے ہر حال کر۔

وَلِلّٰهِ الْمُسْتَعَان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

مفتی عظیم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی و
 ہر وہ ایک جانی پہچانی علمی اور روحانی شخصیت ہیں۔ "کتاب ملک کی مشین" میں
 درمیانہ "دارالعلوم کراچی" کے مہتمم اور اسلامی فکر کی کونسل کے ایک فعال ممبر ہونے کے
 علاوہ کئی جہادی، اصلاحی اور تعلیمی تنظیموں کے سرپرست ہیں۔ آپ مفسر قرآن مفتی آظہر
 پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے فرزند اور جند اور نازق ہند خط و قلم
 مجددی ماری صاحب کے ممتاز اور شمس المومنین تھے۔ جس سے ہیں۔ ان تمام خوبیوں
 کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا حسن خصلت سے خوب ثواب
 نوازا ہے۔ ہر موقع پر پر اثر نور انبیین پرانے میں برحق کے سامع ہوئے، مجاہد حضرت
 کا فلسفہ کمال ہے جو ان قلعہ الرجاؤں کے دور میں کہیں کہیں نظر آتا ہے۔ پھر بڑوں کی
 صحبت کی برکت سے لوگوں کی اصلاح کا جذبہ کی طرح لوگ روحانی طور پر درست
 ہو جائیں حضرت کے بیانات کا لازمی حصہ ہے۔ انھوں نے حضرت کے خطبات و بیانات
 شریعت (حکایت کا ایک حسین استخراج کرتے ہیں۔ جن میں عالمانہ تحقیق، تحقیقات و بیانات
 کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ صوتی، لسانی اور ماری کی سوج بھی جلوہ گر ہوئی ہے۔

الحمد للہ "بیت العلوم" کو یہ شرف حاصل ہو کہ پہلی مرتبہ حضرت کے ان اصلاحی
 پر مغز اور آسان بیانات کو حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے تجویز کردہ نام "اسلامی
 تقریریں" کے نام سے شائع کر رہا ہے۔ اصلاحی تقریریں بعد اول اوم، سوم، چہارم، پنجم
 اور ششم کی غیر معمولی شہریت کے بعد اب جدید ہفتہ آپ کے سامنے ہے۔ جس میں

کے مجموعہ کے لئے اور دوسرے عقلی و فطری حقائق کے لئے شامل ہیں۔ اس کتاب کی طبع و ترتیب کا کام مولانا ابوالکلام آزاد (رحمۃ اللہ علیہ) نے انجام دیا ہے۔ اس میں حتیٰ الوسع ضبط و ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے اور آیات و احادیث کی تفسیر بھی اردو کی ہے، چر بھی اُردو کو علمی شعر سے گزارنے کی ضرورت محسوس فرمائی۔ اللہ تعالیٰ "بیتِ اعظم" کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ کو سعادت عاقبت عطا فرمائے تاکہ ہم حضرات کے خیالات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔

تو ہیں

مولانا ام

داعی محمد نائم اشرفیہ

مدیر "بیتِ اعظم"

اجمالی فہرست

اللہ تعالیٰ کے محبوب کلمے
کامل مسلمان کون
اخلاص کی راہ میں حائل رکاوٹیں
اچھایا بُرا طریقہ جاری کرنے کے
اثرات و نتائج
ظلم کب مختلف صورتیں
ماہِ ذی الحجہ کے فضائل
عہدے کا ہدیہ
دیوبندیت کیا ہے؟
دینی تعلیم اور عصبیت
اس خُلا کو پُر کریں
صحیح مسلم کی نادر امثال شرح

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی کے محبوب کے لئے

نمبر شمار	موضوعات	صفحہ
۱	خطبہ مشہور	۲۳
۲	تشریح	۳۰
۳	ترجمہ الباب ۱۱ منہیر	۳۶
۴	قیامت کے دن کی ہولناکی	۴۱
۵	وہ جو اپنے لئے قسم	۴۵
۶	انہی پتے مقامات جہاں کوئی سی کاغذیاں نہیں لے سکے	۴۸
۷	افسوس کا ازل سے اس طرح ہونا	۴۹
۸	ہرگز ایک غامضی "ا" اضافی چیز ہے	۴۹
۹	ہر چیز بات سے ہی حقیقت کو سمجھنا آسان نہ رہتا ہے	۵۰
۱۰	بہنیں اس چیز کی قرآن پڑھتی ہیں	۵۱
۱۱	صرف ایک ہی کامیاب عمل	۵۱
۱۲	وہ شہادت پہنچنے کے لئے	۵۳
۱۳	یا رسول! کتاب ہدایت میں رہا ہے والوں کی تعداد	۵۳
۱۴	یا رسول! کتاب ہدایت میں رہا ہے والوں کی صفات	۵۵
۱۵	سیدنا کا مقصد	۵۶
۱۶	اللہ تعالیٰ کو قبول کرنے کی وجہ	۵۶
۱۷	"سبحان اللہ و بحمدہ" کا مقاب	۵۷

۳۸	ان دو جملوں کے فضائل	
۳۹	ان کلمات کی سب سے اہم صفت	
۳۹	بخاری شریف کی ابتداء اور اختتام میں لطیف ربط	

﴿کامل مسلمان کون؟﴾

۴۲	کامل مسلمان کون؟	
۴۴	حدیث کا ترجمہ	
۴۴	کاش یہ حدیث ہر مسلمان کو حفظ دیا ہو	
۴۵	”تکلیف نہ پہنچنے“ کا مطلب	
۴۵	یہ حدیث معاشرتی احکام کا بنیادی اصول ہے	
۴۷	”ادب“ کیا ہے؟	
۴۸	اگر دو آدمی کسی سے ملیں تو گفتگو میں ادب کیا ہے؟	
۴۹	ادب بڑوں کا بھی ہوتا ہے، چھوٹوں کا بھی	
۴۹	غیر مسلموں کو بھی باحق تکلیف پہنچانا حرام ہے	
۵۰	اسلام نے جانوروں کے بھی حقوق رکھے ہیں	
۵۰	سید اصغر حسین کے واقعات	
۵۱	غربیوں کا حملہ ہے، اس لئے مکان چکا نہیں بٹا	
۵۲	اگر یہاں چھلکے ڈالے تو غریب بچوں کا دل ٹوٹنے کا	
۵۳	”انور“ ناول کیا ہے؟	
۵۳	بل جہا ایک مسلمان کا دل کیوں دکھاؤں؟	
۵۴	رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل	
۵۵	ہم اپنا جائز و حلال	

۵۲	”زہد“ کو پہلے کیوں ذکر کیا؟
۵۲	سہ لہ ان دو اعضا کا ذکر کیوں فرمایا؟
۵۷	خلاصہ

﴿اخلاص کی راہ میں حائل رکاوٹیں﴾

۶۱	اخلاص کی راہ میں حائل رکاوٹیں
۶۲	بخاری شریف حدیث کی صحیح ترین کتاب
۶۳	امام بخاری ”ماوراء النہر“ کے رہنے والے تھے
۶۳	اسلام آفاقی دین ہے
۶۴	امام بخاری بھی اُن تھے لیکن
۶۴	وہ زمانے میں ہم حدیث پورے عالم و مسام میں پھرا ہوا تھا
۶۵	اُٹھالی حدیث میں نام بخاری کی احتیاط
۶۶	تفصیل ہم کیسے مشفق ہیں
۶۷	علم حدیث کے نئے محدثین کی قربانیاں
۶۸	پہلی حدیث مناسب باب کے عنوان سے نہیں، کیوں؟
۷۰	سائل کے شروع میں ہی اپنی نیتیں درست کر لیجئے
۷۰	علم کی فضیلت تب حاصل ہوگی؟
۷۱	دو بیو کے بیٹے یہ سب مال اور حنپ جاو
۷۲	دنیا کا عظیم ترین منصب
۷۳	”ہجرت“ کیوں کہا گیا؟
۷۳	یہ اخلاص کے راستے کے ذائقہ ہیں
۷۳	حضرت عارفی رحمہ اللہ نے تقریریں کرنے سے منع کیوں کیا؟

۷۶	مدرسوں پر نقشوں کے بارے میں مسئلہ کیا ہے؟
۷۷	ہمارا انہی پلٹ و شمنوں کو لکھنا ہے
۷۸	اپنے کرنا کیا ہے؟
۷۹	مسواک کرنے سے تعلق کونسا
۸۰	"ہمارے سنت" کا مادی بنانے کا کیا مطلب ہے؟
۸۰	"بہ مال" کی ذیل خطرات کی صورت
۸۱	مدرسوں کے مال میں بہت امتیاز کی ضرورت ہے

بچہ اچھا یا برا طریقہ جاری کرنے کے اثرات و نتائج

۸۵	اچھا یا برا طریقہ جاری کرنے کے اثرات و نتائج
۸۵	ذیل مسئلہ
۸۶	کتب کا تحریف
۲	باب کا تعارف
۸۷	اللہ کے ذیل بندوں کی ایک خاص دعا
۸۸	اس دعا میں دنیا و آخرت کی ہماری خوشیاں جمع ہوئی ہیں
۸۹	بہر سب کو یہ دعا ملنے کا حکم دیا گیا ہے
۸۹	دعا کا دوسرا حصہ
۸۹	اس دعا میں شادی بھی ہوئی اور ہول بھی ہوئی انشاء اللہ
۹۰	حق تعالیٰ لوگوں کا تمام بچنے کا یہ فیہ مدد
۹۱	اس صرف امتیاز کرنے کی ضرورت ہے
۹۱	اللہ سے کہتے ہیں؟
۹۳	ذیل اہم بات

۹۶	برائی پھیلنے والے کا اجر	
۹۷	والدین سے ہونے والی جھگڑا سب سے احتیاجی	
	ظلم کی مختلف صورتیں	
۱۰۱	ظلم کی مختلف صورتیں	
۱۰۱	انصاف سنانے	
۱۰۲	عدالت کا ترجمہ	
۱۰۳	قیامت کے روز ظلم کا بدلہ دیا جائے گا	
۱۰۳	ظلم کی مختلف صورتیں	
۱۰۳	نہایت	
۱۰۵	دلی کی آواز	
۱۰۵	نہایت خوب پر قیامت	
۱۰۶	شریعت کے اصولی و شرعی مسائل کو اسے رہنما کو مارا نہیں گیا	
۱۰۶	ظلم	
۱۰۷	دوسروں پر برائی کا ارتکاب	
۱۰۸	ثبات	
۱۰۸	اللہ روز قیامت کا عہد مستحکم	
۱۰۹	دارالعلوم میں روز قیامت کے عہد کے احکام	
۱۱۰	چند ماہ کے عہد میں نہ سے تھکاؤ	
۱۱	بھوکے پیاسوں کا زبردستی سہا ہونا	
۱۱	دوسروں کی عداوتوں پر چارہ افغان اور چارہ	
۱۳	عہد و عہد پر غور کرنا	

سہ ماہی قرآن کی الحجۃ کے فضائل

۱۱۷	خطبہ منہونہ
۱۱۸	ذوالحجہ کی سب سے پہلی فضیلت اس کے نام سے ہی ہر ہے
۱۱۹	عشر ذی الحجہ کے فضائل
۱۲۰	ان دونوں میں کبھی روزوں کی بجائے قضا روزے رکھنا بہتر ہے
۱۲۱	اگر کوئی شخص پوری عبادت نہ کر سکتا ہو تو
۱۲۲	ان راتوں میں سناہوں کا بول بھی زیادہ ہے
۱۲۳	ہو کا ہر ضرور کریں
۱۲۴	یوم عید کی خاص فضیلت
۱۲۵	ذکر اللہ اور صدقات کا بھی اہتمام کیا جائے
۱۲۶	سناہوں کی چیز نہیں
۱۲۷	سناہوں میں سناہ کے سناہ کی مثال
۱۲۸	ذوالحجہ کی ایک اور خاص فضیلت
۱۲۹	قربانی کا حکم کسی اور طریقے سے پورا نہیں ہوتا
۱۳۰	قربانی کس پر واجب ہے؟
۱۳۱	قربانی کا نصاب
۱۳۲	قربانی کے جانور کی شرائط
۱۳۳	قربانی کی حیثیت و دما
۱۳۴	کوشش کا قسم
۱۳۵	قربانی کی کھال کے احکام

عہدے کا بدیہ

۱۳۵	عہدے کا بدیہ	
۱۳۵	خطبہ مسنونہ	
۱۳۶	ترجمہ حدیث	
۱۳۶	مضمون حدیث	
۱۳۸	دنیا میں جو مال ناپائیدار طریقے سے آئے گا، آخرت میں سر پر لہا ہوگا	
۱۳۹	بدیہ لینا دینا مستحب ہے	
۱۳۹	عہدے کی وجہ سے ملنے والا بدیہ رشوت ہے	
۱۴۱	کونسا تحفہ عہدے کی بنیاد پر ہوتا ہے؟	
۱۴۱	کاروں کی لمبی قطار	
۱۴۲	عہدے کے سارے حقے گھر گھر جا کر واپس گئے	
۱۴۳	عہدے کا تحفہ دروہوں میں بھی ہو سکتا ہے	
۱۴۴	میری ذاتی احتیاط	

دروہ بندیت کیا ہے؟

۱۴۷	دروہ بندیت کیا ہے؟	
۱۴۸	پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا	
۱۴۸	اس جامعہ میں حاضری کا شوق	
۱۴۹	بزاروں کی برکتیں مسلولی جیسے نہیں	
۱۴۹	دارالعلوم دیوبند کی ایک اہم خصوصیت: اتباع سنت	

۱۵۱	ہم اپنا اٹل نام "ایچ بھٹی" کیوں رکھیں؟
۱۵۲	ایچ بھٹی میں "فرقہ وادیت" کی کوئی تعلیم نہیں تھی
۱۵۳	ہمارے اندر سے "توحید پرست" کی خصوصیات کی خصوصیت دور سے ہیں
۱۵۳	ہمارے بزرگوں نے ہمیں کرائی تھیں انہیں سکھایا
۱۵۳	ہمارے بزرگوں نے سب کام کر کے دھاکے
۱۵۵	بائیس اختلافات میں ہمارے بزرگوں کا طریقہ عمل
۱۵۵	سوالنامہ از علی رحمہ اللہ کا قابل تقلید واقعہ
۱۵۷	سید احمد حسین رحمہ اللہ کی قصص شہادت غیر نواحی کا عجیب نمونہ
۱۵۸	حضرت شیخ ابوبکر رحمہ اللہ کی قواعد کاتیرت خاک و آتش
۱۵۹	ایک فادشہ حوریت کا انتقال
۱۵۹	جبرائیل علیہ السلام کی صفات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں
۱۶۰	بل مدام سے ابتر کوئی غزل نہیں
۱۶۲	چورے دین پر نہیں لونا ضروری ہے

بیچہ دینی تعلیم اور مصیبت

۱۶۷	قصیدہ مستونہ
۱۶۸	حیدر آباد سندھ سے بھی تعلق
۱۶۹	قیام پاکستان اور مدارس عربیہ
۱۷۱	دین اسلام اور علم
۱۷۳	درگاہ حلیہ
۱۷۳	انضامیہ
۱۷۵	علم دین قریش میں اور قریش کا تعلق

۱۷۶	فرض جین اور فرض کفایہ کی تفصیل
۱۷۷	علم تصوف کا ضروری حصہ بھی فرض جین ہے
۱۷۸	ریاض و علوم کی سرپرستی
۱۷۹	نیشنلزم کا بہت
۱۸۱	۱- اسلامی قومیت
۱۸۲	انتہاء
۱۸۳	پاکستان اعلیٰ اسلام کی پناہ گاہ
۱۸۴	اسلامی اخوت و محبت
۱۸۷	آئیے سرزمینی ادارہ شخصیت کی ضرورت
۱۸۷	سہم عمر بچی
۱۸۸	بچوں کا چندہ
۱۹۰	مدرسہ اور احسان
۱۹۱	تہمت تراشی
۱۹۱	اردو دانوں اور جستی دلوں کی محرومی
۱۹۲	اگر انسان نہ بنے تو درندہ بھی نہ بنے
۱۹۳	مدرسے سے تعاضل کی اہمیت

اس خلا کو پُر کریں

۱۹۷	اس خلا کو پُر کریں
۱۹۸	تہذیبی تحکات
۱۹۸	ہم دھوپ میں کھڑے ہیں
۱۹۹	میر سے دل پر یوت لگتی ہے

۹۹	یہ شقی بھی کن کے قتلے واقعی ہے
۲۰۰	اس خدا کو چکر کرنا ہمارے لئے آسان نہیں رہا
۲۰۱	کیا ہماری پیروا اور اس قابل ہے؟
۲۰۱	انہیں سب کا ایسا نوتہ ہے
۲۰۲	انہی سے تیار ہی نہیں
۲۰۲	نعم بڑا فیروز ہے
۲۰۳	ایسا نہ کر نہ ہوگا
۲۰۴	ایک دن کے لئے مجھے چالیس دن کا نقصان
۲۰۵	ایک عینہ
۲۰۵	اکا بدو بدو کی نمایاں خصوصیات
۲۰۶	ذکر کلنی کے حجب الطعات
۲۰۷	وہی طریقہ سنت کے زیادہ قریب ہے
۲۰۸	سنت بھی مناخروں سے زندہ نہیں ہوتی
۲۰۹	مہربانی میں یاری تو ان نیاں نکادو
۲۱۰	طاہر کا آسان ترین طریقہ
۲۱۱	بواسطہ سے سوالات نہ کرنے، دو خط لپٹھم ہڈانے کا مستحق نہیں

﴿صحیح مسلم کی نادرا مسائل شرح﴾

۲۱۲	صحیح مسلم کی نادرا مسائل شرح
۲۱۲	محبیب مسنونہ
۲۱۲	یہ فتویٰ صدیقوں میں نصیب ہوتی ہیں
۲۱۲	حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" لکھ کر قرض چکا دیا

۲۱۷	عبارت کوئی رحمہ اللہ کی شرعی اگرچہ دریا بہوہ دے گی نہیں	
۲۱۷	غلامہ شیعہ حمد علی رحمہ اللہ کے "فتح المصمم" لکھتا شرعی کی نہیں وہ کھل نہ ہو سکی	
۲۲۰	نہی ان کا ہے "فتح المصمم" کا محمد مصطفیٰ شہداء میں سے تھے	
۲۲۰	یہی نہیں ہے ان سے	
۲۲۳	میں ہے تھا شاربہ	
۲۲۳	شیخ مہد القمات "یونہ در رحمہ اللہ کی تقریظ	
۲۲۴	ذکر ہے۔ خلف قرعہ کی حفظ اللہ کی تقریظ	
۲۲۵	میں نے فوس شرعی سے استغفار وایا ہے	
۲۲۵	اس شرعی کی آیت: انحصاریت	

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



اللّٰہ تعالیٰ کے محبوب کے



مقام	۱۔ کس نے پتہ لگا دیا
نام	۲۔ کس نے کھانا کھا دیا
مقام	۳۔ کس نے کھانا کھا دیا
نام	۴۔ کس نے کھانا کھا دیا
مقام	۵۔ کس نے کھانا کھا دیا
نام	۶۔ کس نے کھانا کھا دیا
مقام	۷۔ کس نے کھانا کھا دیا
نام	۸۔ کس نے کھانا کھا دیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اللہ تعالیٰ کے محبوب کلمے﴾

خطبہ مسنونہ:

الحمد لله نحمده و نُسبِّحُه و نستغفرُه و نؤمنُ به
و توكلُ عليه و نعوذُ بالله من شرورِ أنفسنا و من
سَيِّئاتِ أعمالنا من يهدهُ الله فلا مُضِلَّ لَهُ و مَنْ يضللهُ
فلا هاديَ لَهُ و نشهد أن لا إله إلا الله وحدهُ
لا شريكَ لَهُ و نشهد أن سيدنا و مَوْلانا
محمداً عبدهُ و رسولهُ صلى الله تعالى عليه و على
آله و صحبه اجمعين و سلم تسليماً كثيراً كثيراً

اما بعد!

باب قول اللہ تعالیٰ: و نضع الحوزات القسط نیوم
القیعة و أن اعمالنا بمی آدم و قولہم یوزن و قال
محاجد: القسط: العدل بالرومية و قال القسط
مصدر: القسط و هو العادل اما القسط فهو النجار

حدثنا احمد بن ایشکاب حدثنا محمد بن فضیل بن
عسار عن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هريرة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم: کلمتان حبیبتان إلی الرحمن، خفیفتان
علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان: "سبحان اللہ
وبحمدہ سبحان اللہ العظیم" !

تمہید:

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز اور عزیزِ طلبہ کرام! جیسا کہ معلوم ہے کہ کتابِ صحیح بخاری کے سب سے آخری باب کی عبارت انہی پر مبنی تھی۔ اور اسی باب کے تحت آنے والی حدیث اس کتاب کی سب سے آخری حدیث ہے۔ اسی پر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مکمل فرمائی ہے۔

جہاں تک اس ترجمہ الباب اور حدیث کے الفاظ کی لغوی و نحوی اور صرفی تحقیق کا معاملہ ہے۔ اس کی ضرورت قطعی طلبہ کو عموماً نہیں ہوتی اور اگر کچھ ہوتی ہے تو اساتذہ بیان فرما دیتے ہیں۔ یہ حدیث دوبار پہلے بھی آچکی ہے۔ آپ اس کی لغوی و صرفی تحقیق پیچھے پڑھ چکے ہوں گے۔ اس لئے میں اس باب کے الفاظ کی لغوی و صرفی اور نحوی تحقیق میں زیادہ کلام کرنے کے بجائے بعض دوسری پیچیدہ باتوں کے بارے میں عرض کروں گا امید ہے کہ میں لغوی و صرفی تحقیق کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی ضمناً آجائے گی۔

ترجمۃ الباب کا مفہوم:

آپ حضرات کو یہ بات معلوم ہے کہ امام بخاری کا طریقہ اپنی کتاب میں یہ

ہے کہ ان کے باب کا عنوان (جسے ہم حدیث کی اصطلاح میں ”ترجمہ اس باب“ کہہ جاتا ہے) شریعت کا ایک مسئلہ ہوتا ہے اور اس ترجمہ الکتاب کے تحت امام بخاری دسۃ عقد یعنی جو حدیث یا حدیثیں لاتے ہیں، وہ اس مسئلہ شریعیہ کی دلیل شرعی ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہاں امام بخاری نے اس باب کا جو عنوان قائم کیا ہے وہ آیت قرآنی کا ایک حصہ ہے۔ جسے الفاظ یہ ہیں:

”ثَابِتُ قَوْلِ اللَّهِ وَصُحُفِ الْمُرْسَلِينَ الْقِسْطُ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ“

یہ باب ہے اللہ کے ارشاد ”وَضَعِ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ“ کے بارے میں۔

آیت کے اس حصے کا ترجمہ یہ ہے: اور قیامت کے روز ہم میزانِ عدل قائم کریں گے۔ (انبیاء: ۷۰)

”موازنین“ میزان کی جمع ہے۔ اردو، عربی اور فارسی میں یہ فقرہ قرآن کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ہر وہ آہ جس کے ذریعے سے کسی چیز کا وزن کیا جائے گا وہ میزان ہے۔

”الْقِسْطُ“ موازنین کی صفت ہے کہ وزن کرنے والی چیزیں (یعنی ترازو یا آات) انصاف کرنے والی ہوں گی۔

اصل میں تو ”الْقِسْطُ“ مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں ”انصاف کرنا“۔ لیکن یہاں ”مصدر“ مفرد کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی انصاف کرنے والا۔ جیسے ”رَحْمَةُكَ فَظْلٌ“ کہا جاتا ہے تاکہ ”رحمتہ عطا کرنے والی“ معنی میں ہوتا ہے۔

نہ مطلب یہ ہوا کیا کہ ہم ابھی میزانیں قائم کریں گے کہ جو ہر امر اور انسان کو وزن کرنے والی ہوں گی۔ من میں نہ ہو ہر ایک بلکہ ہر چیز پر بھی فرق نہیں ہوگا۔ بالکل سچی معنی

وزارت کرنٹنٹ، ان میں نئی تہائی کا دورہ درتبہ نئی ہڈی شیش ہوگا۔

”لیوم القبعۃ“ ایسی ہیوم القبعۃ۔ قیامت کے دن یہاں پر اسم فی کے معنی میں ہے۔ یعنی میرا نہیں قیامت کے روز کا نام رکھی جائیگی۔

ان میزبانوں میں سے جس چیز کا وزن ہوگا^۹ اس کا فائدہ اس بات میں نہیں رہتا جیسا کہ
سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آئے فرمایا کہ:

﴿وَأَن أَعْمَلَ بُنَىٰ أَدَمَ وَمَوْلَاهُم يَرْزُقُ﴾

''انسان نے شہام اہل اہل اور ان کے اقوال کا وزن کیا جائے گا۔''

اس سے پتہ چا کہ ان میزبانوں کے اندر انسان کے اعمال اور قوال کا وزن کیا ہے۔

یہاں پر ”وقولہم“ کا لفظ ہے۔ لافظ دوسرے شخصوں اور ذاتوں میں ”افہم اللہم“ ہے جو کہ حج کا سینہ ہے اور یہی زیورِ حاج اور اعمال کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اعمال بھی حج ہے اور بقول بھی حج ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ انسان کے تمام اعضاء ہرے حوال اور اچھے ہرے حوال کا نشان
 "ان میں انوس میں کیا جانے لگا تو یہ مست کے روز میری "ان حساب میں قائم کی جائیں گی۔"

قیامت کے دن کی ہولناکی:

قیامت کا دن جن دن ہے جس کو آج کو کرم روز یا روزِ القامت ہے اور القامت
 الحقیقی ہے اسے روزِ القامت کہتے ہیں سورۃ فتح میں "یومہ الموعود" کے نام سے ذکر
 کیا اور تمام مسلمانوں پر قیامت تک کیسے اور کون سے روز شمار بھی پڑھیں اور جس روز
 القامت ہو جائے اور جس دن کی تاریخ و رات کی تاریخ ہو یہ جہری، اچلے پوچھتا ہے،
 اور جس روز القامت ہو جائے اور جس دن کی تاریخ و رات کی تاریخ ہو یہ جہری، اچلے پوچھتا ہے،

اور سورۃ فاتحہ کے اندر یہ آیت ہے۔

﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ﴾ (الفاتحہ)

''(اللہ تعالیٰ) مالک ہے روز جزا کا۔''

بڑا اعلیٰ کا یہ دن بڑا خوفناک دن ہے۔ اس پوری کائنات کی تخلیق کا انجام اس دن ظاہر ہونے والا ہے۔ ہم سب یہاں امتحان گاہ میں بیٹھے ہیں۔ نتیجہ اس دن نکلنے والا ہے۔ ہم سب کو جو لمحات گزرتے ہیں چاہے وہ گھر میں گزریں یا مسجد میں، مدرسے میں گزریں یا بازاروں میں، عبادت میں گزریں یا کھیل و تفریح میں، اچھے کاموں میں گزریں یا برے کاموں میں۔ یہ تمام لمحات درحقیقت امتحان کے لمحات ہیں اور یہ پوری دنیا امتحان گاہ ہے اور ہر انسان بالغ ہونے کے وقت سے لے کر موت کے لئے تک اس امتحان گاہ میں ہے۔ یہ ایسی امتحان گاہ نہیں ہے کہ جس میں قسم سے لکھ کر امتحان دیا جائے بلکہ یہاں ہر حرکت اور سکون، ہر قول اور فعل امتحان کا حصہ ہے اور امتحان کا ہر حصہ دیکھاؤ ہو رہا ہے اور اس کے نمبر لگے۔ ہے ہیں۔ کوئی چیز ضائع ہونے والی نہیں ہے کرنا کاتبین اس کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں۔

پہلے یہ باتیں سمجھ میں آنا مشکل ہوتی تھیں لیکن جدید دور کی ایجادات نے ان کو سمجھنا آسان کر دیا کہ اقوال کو کیسے محفوظ کیا جاسکتا ہے اور اعمال کو کیسے دوبارہ دکھایا جاسکتا ہے۔

عمر بھرت بننے کی قسم:

حضرت ربیع بن خثعم جو حضرت حمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشہور شاگرد مشہور ہیں، جلیل القدر تابعی ہیں، سب انہوں نے یہ حدیث پر جمی کہ اللہ تعالیٰ نے چھ حقوق جنت سے ملنے پر انہوں نے اور چھ حقوق جہنم پہنچنے پر انہیں تیار کیا تو ان کے اوپر ایسا خوف

سودہ ہو اس کے انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک مجھے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میں دانت وادوں میں شامل ہوں، اس وقت تک میں ہنسون کا نہیں۔ مگر جروس خوف کی وجہ سے جسے نہیں کہ پتہ نہیں میرا شمار کون سی جماعت میں ہے۔ جب انتقال ہوا تو دیکھتے دلوں کا بیان ہے کہ ہم سب نے دیکھا کہ وہ جس رہے تھے۔

انہی کے بعد اُلیٰ دفع نے بھی ایسی قسم کھائی تھی اور وہ بھی مگر جروس خوف سے نہیں جسے کہ پتہ نہیں میرا نام کون سی جماعت میں شامل ہے۔ جس دینے دانوں کا بیان ہے کہ جب ہم ان کو غسل دے رہے تھے تو وہ مسلسل مترار رہے تھے۔ یہ مسئلہ اب مرنے کے بعد بھی ان کے چہرے پر نمایاں تھی۔

قرآن کریم قیامت کے خوفناک مناظر کو روزانہ یاد دلاتا ہے۔ نماز کی ہر رکعت میں کہتا ہے کہ یہ یاد رکھو کہ میدانِ حساب میں ہی تمہارے تمام اعمال کا نتیجہ نمودار ہونے والا ہے۔ اس دنیا کی فطرتوں میں تم نہ ہو سکتا۔ یہ نتائجِ ضرور ہے۔ اس میں کھو نہ جانا، اپنی منزل بھول نہ جانا، اپنی پوچھی کھوئی نہ کرونا۔

تین ایسے مقامات جہاں کوئی کسی کا خیال نہیں کرے گا:

۱۔ حضرت سیدنا نوح کی جلیل القدر چھیتی زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ غور کیجئے اس سوال سے کیا چاہ رہا ہے۔ رخصتِ لعین سے، جو تمام جہانوں کے لئے رخصت بنا کر بیسے گئے اور وہ آپ کے شہر بھی تھے اور شہر بھی ایسے کہ بہت چاہئے والے تھے ہزار بیوی بھی چھیتی بیوی۔ تو اس چھیتی بیوی نے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ہم لوگ یہ امنِ حساب میں ہوں گے تو آپ ہاں بھی نہ اور خیال ہمیں کے یا نہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہاں تین واقعے ایسے ہوں گے کہ کسی کو کسی کا خیال نہیں آئے گا۔ ہر ایک واپسی اپنی پڑی

ہوگی۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔

ایک دو وقت جب اعمال نامے لے کر آئیں گے جب تک دیکھیں ہاتھ میں اعمال نامہ نہ جائے اس وقت تک کسی کو کسی کا ہوش نہیں ہوگا۔ دوسرا دو وقت جب اعمال نامے پر جان عمل میں آئے ہوں گے اس میں جب تک ٹیکوں کا پڑا ہوا نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا۔ تیسرا دو وقت جب ہر صراط سے گزر ہوگا۔ جب تک ہر صراط سے پار نہ ہو جائیں کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

یہ کون فرما رہا ہے؟ تاجدار دو عالم، شیخ الحدیث، صاحب مقام محمود اور صاحب شفاعت کبریٰ اپنی ذہین تہ صدیقہ بہت صدیق کے سوال کے جواب میں فرما رہے ہیں۔ یہ روایت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اعلیٰ معلوم میں نقل فرمائی ہے۔

اعمال کا وزن کس طرح ہوگا:

انسانی اعمال واقعات کا وزن کیسے ہوگا؟ جہر علم، اس سنت و الجماعت یہ جواب دیتے رہے ہیں، روایت سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے اور بعض آیات قرآنیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ انسان کے تمام اعمال و اقوال آخرت میں مجسم شکل میں بدلے جائیں گے۔ احوال کو بھی جسمانی شکل دے دی جائے گی اور اقوال کو بھی جسمانی شکل دے دی جائے گی پھر ان کا وزن ہوگا۔

وزن ایک "عارضی" اور "اضافی" چیز ہے:

اور اب جدید سائنس نے یہ بات بھی بتا دی کہ کسی بھی چیز کا کوئی وزن اس کے ساتھ کوئی لازمی چیز نہیں ہے، ایک عارضی اور اضافی چیز ہے۔ دیکھیں مثلاً اپنے ایک وزن ہے۔ یہ طاق رکھ ہے اس کا ایک وزن ہے۔ یہ ہمارے اس کا ایک وزن ہے۔

دہشت اور پست جائیں۔ یہاں تک کہ غلامی میں پہنچ دیں۔ اس وقت ان کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ بلکہ یہ وزن بڑھ جائے گا۔

اب تو انسان اپنے اچھے دھوکے، بخلائی، جہاز نمودن میں گرفتار کرتے رہتے ہیں۔ زمین کی کشش سے آزاد ہو کر وہاں ان کا کوئی وزن ہی باقی نہیں رہتا۔ یہ بات آپ غور سے سمجھ لیں۔

نور علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ زمین کی جہاز نمودن اور زمین سے ایک مادہ جس کی وجہ سے اس کا وزن بڑھتا ہے، کبھی نہیں ہوتا۔ زمین کی فضا میں وزن ہے، خلا میں وزن نہیں چاہے پر پتھریں، وہاں وزن تو سے گمان نہ ملے، لہذا اس کے متعلق ہمیں سمجھنا ہے کہ زمین پر جہاز نمودن کی کشش زیادہ ہے اس لئے یہ زیادہ تیزی سے جسم کو اپنی طرف کھینچتی ہے جبکہ چاند زمین کے مقابلے میں کم جسامت والا جسم ہے، دو تہائی سے نو تہائی طرف کھینچتا ہے، لہذا زمین کی اس قوت کو "کشش ثقل" کہتے ہیں اور کشش ثقل ہی حقیقت میں وزن کا حامل ہے۔ ایک چیز جس کا وزن زمین پر ایک کلو ہے، جب آپ اسے چاند پر لے جائیں گے تو وہ کچھ کم قوت کے قریب رہے گا اور اگر خلا میں لے جائیں تو اس کا کوئی وزن نہیں رہے گا۔

ہدایہ آلات نے اس حقیقت کو سمجھنا آسان کر دیا ہے:

یہ طریقے کے ذریعے یہ اثبات کیا گیا کہ زمین میں ان کا کوئی وزن نہیں ہے۔ "ثقل" میں ان کا وزن ہو جائے گا اور زمین ثقل میں وہ وزن مانے آجائے گا۔ اس لئے اس پر کوئی تعجب نہیں ہو گا کہ اسے کہہ دیا کہ زمین سے آزاد ہو گا۔

اور پھر آئن ٹیمن کی بولیاں بات ہیں، انہوں نے تو اس بات کو سمجھ کر زیادہ "سائنس کر دیا۔" آئن ٹیمن نے چیز کو ناپا پایا ہے۔ حرارت کو بھی ناپا پایا ہے، کوئی ناپا نہیں کر سکتا۔

تایا جاتا ہے درخت کو بھی۔ غرضیکہ ہر چیز کی جانکشی اور ناپنے کے آلات ابھار ہو گئے ہیں تو اللہ رب العالین جو ساری کائنات کے خالق ہیں۔ اس کے لئے اعمال کا وزن نہ بتا کیا مشکل ہے؟ وہ ان سیزنوں کے ذریعے اعمال کا وزن فرمائے گا۔

ہمیں کس چیز کی فکر کرنی ہے؟

اس کے چکر میں زیادہ وقت نہ بے سود کیسے وزن کرنا؟ یہ کام جس کے کرنے کا ہے۔ ہمیں اس کی فکری ضرورت نہیں۔ ہمیں تو اس بات کی فکر کرنی ہے کہ ہمارے اعمال کا وزن ہونے والا ہے۔ آخرت میں ہم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم یہ کیا کرتے ہو؟ اعمال کا وزن اس طرح کریں گے؟ اس کی ممانعتی توجیہ کیا ہوگی؟ آخرت میں تو یہ کہا جائے گا کہ وزن اعمال کے لئے لائے کیا ہو؟

صرف ایک نبی کا مسئلہ:

اور یہ وہ وقت ہوگا کہ جب ایک ایک نبی کام آئے وہی چیز ہوگی۔ اپنے استاد محترم دھرتی موہن جہان محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک حکایت سنی تھی جو میدانِ حربہ میں پیش آنے والی ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک شخص اپنے اعمال کے بار آئے گا، اس کے ایک اعمال اور گنہوں دونوں کا وزن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غامض یہ ہے اور تمام اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ وزن و تراز کے نتیجے میں جس نے اعمال کا وزن بڑھ جائے گا۔ وہ جنت میں جائے گا اور جس کا وزن کم ہو جائے گا۔ وہ جہنم میں جائے گا۔ کہ مستحق ہوگا۔ اور جس کا وزن برابر ہے۔ وہ وہاں رہے گا۔ اس لئے ہمیں جسے جنت میں نہ لانا چاہیے۔

تو ایک شخص نے کہا۔ تراز کے ایک پائے میں اس کی نیکیاں رکھی جائیں گی

اور دوسرے چڑے میں گناہ، غیصہ کا پلڑا تھوڑا سا اونچا ہو جائے گا۔ درکنہ ہوں گا چڑا
تھوڑا مائیچا ہو جائے گا۔ یہ پریشان ہو جائے گا۔ فرشتے جس کے شہداء سے پاس صرف
ایک شئی کی کمی ہے۔ انہیں سے کہتے آقا تو انیسویں کا چڑا جھٹک دے گا، ہاں نیکی جو ہے
نیکی۔

ان کو قدرے اہمیزان ہوا کہ حامد آسمان ہے۔ صرف ایک شئی کا مسئلہ
ہے۔ کس طرح درشت وار سے مالک لوں گا، دو ٹکے سے لے گا۔ یہ جو ہے، ایک دوست
سے ملتا ہے ہوئی، اسے ملنا مازہ سنائے گا۔ دو کچے کا کہ بھائی اعدائے چہ ہر ہوں،
وہی ہر حامد اٹھ تھا۔ یہاں پر میں تو کچھ حقاقت نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ سے اکیل کا بھی
موتن نہ ملے والا ہے۔ انکو سے پاس ایک شئی کی کمی، مٹی ڈالیں کیا، میں گا۔

یہ شے اس سے جدا ہو کر دوسروں کے پاس جا لے گا، بھڑکے کے پاس پہنچے گا۔
وہ بھی اتنا افسوس ہے، وہ پ کے پاس جو ہے، وہ پ کے دینا، دینے میں جو میں تیار ہے
لے کر سکتا تھا، چکا، یہاں سے لے کر یہ کرتا نہیں جس۔ اُس سے پاس ایک شئی کہ
بھٹی تو میں لے کر لے گا۔ آخر میں سب سے زیادہ بھٹ کر لے کر ذات ماں و آبا
کی۔ ماں کے قدموں میں چوکر پڑے گا کہ ماں امیر کی بیوی چلا۔ ماں کچھ لے کر دینا
وہ میں تیار کی، حصر میں بھولی بھی رہی، پید کی بھی رہی، دھو دھا لے کر تجھے ملایا، سب کچھ
میرا، کیاں وہ دینا تھی، یہ میدان میرا ہے، وہ لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر
ذات اور مرنے کا سامن ہے۔ میں یہاں تو کی ہوئی ہو نہیں کر رہی۔

یہ بھائی چاہے ایک شے اس سے جدا ہو کر دوسروں کے پاس جا لے گا، بھڑکے کے پاس پہنچے گا۔
وہ بھی اتنا افسوس ہے، وہ پ کے پاس جو ہے، وہ پ کے دینا، دینے میں جو میں تیار ہے
لے کر سکتا تھا، چکا، یہاں سے لے کر یہ کرتا نہیں جس۔ اُس سے پاس ایک شئی کہ
بھٹی تو میں لے کر لے گا۔ آخر میں سب سے زیادہ بھٹ کر لے کر ذات ماں و آبا
کی۔ ماں کے قدموں میں چوکر پڑے گا کہ ماں امیر کی بیوی چلا۔ ماں کچھ لے کر دینا
وہ میں تیار کی، حصر میں بھولی بھی رہی، پید کی بھی رہی، دھو دھا لے کر تجھے ملایا، سب کچھ
میرا، کیاں وہ دینا تھی، یہ میدان میرا ہے، وہ لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر لے کر
ذات اور مرنے کا سامن ہے۔ میں یہاں تو کی ہوئی ہو نہیں کر رہی۔

میرے لیا کام آئے گی۔ چلو، میں یہ تپسی تمہیں رے دیتا ہوں تاکہ تمہاری تو جان بچ جائے۔

یہ خوشی خوشی ایک نیکی نے کر دیا اب محل کے پاس پہنچے گا اور اپنی نصیبوں میں شرم کرے گا۔ پلڑا بھٹک جائے گا۔ نجات ہو جائے گی۔ اللہ رب العالمین یہ سارا، جراثیم رباؤں کا لیکن بندوں اور فرشتوں کو جتنے کئے لئے اس سے پوچھئے گا کہ یہ تپسی کہاں سے لائے؟ وہ اپنا قدمائے کا۔ جواب: ملے گا کہ۔ لے کر آؤ تو وہ کئی کون ہے جو راج کے دن بھی سکھات کر رہا ہے۔ وہ شخص حاضر کیا جائے گا۔ اس نے اللہ رب العالمین پوچھیں گے کہ تم نے یہ سکھات کیسے سرائی، جاؤ گے اس کے ماں باپ نے اسے جواب دے دیا تھا۔ وہ کہے گا کہ میں نے یہ سوچا کہ یہ ایک نیکی نہ ہی جان تو بچا نہیں سکتی۔ چلو میں اس سے اپنے بھائی کی جان بچاؤ۔ اس نے یہ نیکی میں نے اس کو دے دی۔ رشاد ہوگا تم نے ہمارے ایک بندے پر رحم کیا۔ ہر رحم پر رحم کرتے ہیں۔ تمہاری بھی بخشش کرتے ہیں۔

عکاشہ تم سے سہقت لے گئے :

تو یہ میدان حساب ہے اور وزن اعمال کا تخمینہ مرنے والے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں مجھے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ستر ہزار آدمی ایسے ہیں کہ جو جنت میں بغیر حساب و کتاب کے داخل ہوں گے۔ حضرت عکاشہ بن محسن کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ما فرمایا ہے کہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے اے قریب حق۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی شامل فرمایا ایک اور صحابی کھڑے ہوئے کہ یا رسول اللہ! میرے لئے بھی ما فرمایا ہے کہ میں آپ کے جواب میں فرمایا عکاشہ تم سے سہقت لے گئے۔ (صحیح مسند ابی یوسف، باب مدخل فی جہنم)

یہ ایک طویل بحث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مجلس میں عکاشہ کے علاوہ کسی اور کے لئے یہ دعا کیوں نہیں فرمائی؟ طلبہ نے یہ بحث بخاری المسلم میں چھ لی ہوئی۔ اس لئے میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔ البتہ اس حدیث سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ جب صرف ستر ہزار بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے اور سچے کرام کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے تو جب سارے کے سارے صحابہ بھی اس جماعت میں داخل نہیں ہو سکیں گے تو یہ دعا کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ واللہ! ہمیں بھی اس جماعت میں شامل ہونا ہے کہ ہم کس شمار و تعداد میں! پھر یہ صحابہ کرام کے علاوہ جلیل القدر تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین کرام، اولیاء اللہ ہیں اور شہداء بھی موجود ہوں تو سمجھیں کہ یہ دعا مانگیں کہ اے اللہ! ہمیں بھی اس جماعت میں شامل فرما دے۔

بلا حساب و کتاب جنت میں جانے والوں کی تعداد

لیکن اللہ تعالیٰ جہانے غیر دے فتح الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جنہوں نے مسلم شریف کی شرح ”فتح الملہم“ لکھی اور اس میں یہ حدیث ذکر کر کے اس کے تحت ایک روایت اور لاکے۔ وہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں یہ جملہ لکھا ہے کہ

يَجْمَعُ كُلُّ أَلْفٍ مَسْئُورٍ الدُّنْيَا (فتح الملہم ۲-۵۵۳)

”(ہر ستر ہزار کے مجمع میں) ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں

گئے (جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے)“

اب تعداد لاکھوں میں پہنچ گئی لیکن پھر بھی ہر سو پتے تھے کہ ایک لاکھ سے زیادہ تعداد صحابہ کرام کی ہے، پھر تابعین، اولیاء، مجتہدین، شہداء ہیں۔ اس لئے پھر بھی دعا مانگنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ جہانے فتح۔ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کو کر کے انہوں نے ایک روایت سند جید کے ساتھ نقل کی۔ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

﴿لَعَنَ بَعْضُی وَبُئِکَ ثَلَاثَ حَتِیَّاتٍ﴾ (فتح مہم ۵۵۳:۴)

”پھر تمہارا رب اپنے تین لپ بھرے گا (انسانوں کے)“

یعنی پھر اور انسانوں کے تین لپ بھر کر انہیں بھی ان لوگوں میں شامل کر دیا جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے ایک ہی لپ میں کروڑوں، اربوں انسان آجائیں تو تین لیوں کے اندر نجانے کتنے لوگ آجائیں گے۔ اس واسطے میں تو اس روز سے یہ دُعا مانگنے لگا کر اے اللہ! ہمیں اپنی جنت میں بغیر حساب و کتاب کے داخل فرما۔ میں اپنے لئے بھی یہ دُعا کرتا ہوں، آپ کے لئے بھی کرتا ہوں، اور آپ سے یہ درخواست بھی کرتا ہوں کہ آپ بھی یہ دُعا کیا کیجئے۔

بلا حساب و کتاب جنت میں جانے والوں کی صفات:

یہ لوگ جو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی صفات ذکر فرمائی ہیں کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ رب العالمین پر توکل کرتے ہوں گے۔ توکل کا حاصل یہ ہے کہ اعلیٰ درجے کا تقویٰ اور اخلاص و لصیف کے جامع ہوں گے۔

لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ! آپ تو اس پر بھی قادر ہیں کہ بہت سے لوگوں کو مستثنیٰ کر دیں جس طرح ایک ٹکی دینے والے کو عام قاعدے سے مستثنیٰ کر کے جنت میں داخل کر دیا۔

قاعدہ یہ ہے کہ دنیا میں کی ہوئی ٹکی کا تو ثواب ملتا ہے، آخرت میں کی گئی ٹکی پر ثواب کا وعدہ نہیں۔ اگر آپ شخص نے دنیا میں نماز نہیں پڑھی اور سیدان حساب میں کہے

والی صفت کا سوال دیا۔ اور رحمت والی صفات میں بھی "رحیم" کے بجائے "رحمن" کی صفت کو استعمال کیا۔ "رحمن" ایسا کلمہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر نہیں بولا جاسکتا کیونکہ رحمن کے اندر رحمت کی وسعت اتنی زیادہ ہے کہ کسی اور کے اندر پائی نہیں جاسکتی۔ رحمن وہ ہے جس کی رحمت مسکینوں پر بھی شامل ہو اور کافروں پر بھی شامل ہو۔ سارے جہانوں پر شامل ہو۔

تو بتلایا کہ یہ دو کلمے ایک ذات کی پندیدہ ہیں جس کی رحمت کی کوئی حد و انتہا نہیں اور جب اس کو یہ کلمات پندیدہ ہیں تو ہر شخص ان کلمات کو یاد کرے گا، وہ بھی رحمن کا محبوب بن جائے گا اور پھر اس پر رحمتوں کی بے انتہا بارش ہوگی۔

ان عظیم کلمات کی دوسری خاص بات یہ ہے کہ یہ زبان پر بہت جھلکے ہیں۔ ان کی ادائیگی میں کچھ مشقت اور وقت درکار نہیں ہوتا۔ اور پھر تیسری بات یہ ہے کہ میزانِ عمل میں بہت بھاری ہیں۔ جب انہیں میزان میں رکھا جائے گا تو میزانِ عمل کا پلڑا ہلک جائے گا۔

وہ کلمات یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

"سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ" کا مطلب:

ان کلمات کی صرفی و نحوی تحقیق کیا ہوگی؟ اس کی تفصیل آپ اپنے اساتذہ سے پڑھ چکے ہوں گے۔ بس اتنی مختصر عرض کرتے ہیں کہ "سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ" کے اندر جو "واو" آیا ہے۔ حاذق ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دو قسمیں صحیح کی ہیں۔

ان میں سے ایک یہ کہ یہ "واو" حالیہ ہے۔ اور مجھے ذوق یہ زیادہ اپنا لگتا ہے۔ اگر یہ "واو" حالیہ ہو تو اس صورت میں لفظ "مطلبہ" مذکور ہوگا۔ اور چوری عبارت یوں

ہوگی۔

﴿اَسْبَحْ سُبْحَانَ اللّٰهِ حَالِ كَوْنِي مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِهِ﴾

اَسْبَحْ شروع میں محذوف ہے۔ سبحان اللہ اس کا مفعول مطلق ہے۔ وہ محمدؐ

متلبس محذوف کی وجہ سے حال بنے گا۔ اب عمرت کا مطلب یہ ہوگا۔

میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا کہ اس حال میں کہ میں اس کی حمد بھی بیان

کر رہا ہوں۔

یعنی ایسا نہیں ہے کہ پہلے میں اس کی تسبیح کروں گا۔ پھر حمد کروں گا۔ بلکہ دونوں

کام ساتھ ساتھ کر رہا ہوں۔ گویا تسبیح و تحمید ساتھ ساتھ ہیں۔ آگے چلے نہیں۔ ایک ہی

لمحے میں دونوں کام ہو رہے ہیں۔

ان دو جملوں کے فضائل:

یہاں پر کھڑکھان سے مراد 'سبحان' ہیں یعنی یہ دو جملے ایسے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کو

محبوب ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی موطن پر ایک روایت نقل کی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ان میں سے صرف ایک جملہ کہ سبحان اللہ

و الحمد و ان میں سو مرتبہ پڑھے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ من و اسنے

دونوں جتنے سمندروں کے جھاگ۔ آگے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تقاضا یہ ہے کہ اگر

ان شخص کے گناہ نہیں ہیں تو سمندروں کے جھاگ کے برابر اسے نیکیاں مل جائیں گی۔

آگے فرماتے ہیں کہ اگر دوسرا جملہ بھی کہے تو سبحان اللہ و الحمد کہنے سے تو اس کے

سارے گناہ معاف ہوئے۔ اگلے جملے سے اتنی ہی نیکیوں کا اضافہ ہو جائے گا جتنے گناہ

معاف ہوئے۔

ان کلمات کی سب سے اہم صفت:

آپؐ اندر نہ سمجھتے کہ یہ کلمات نئے فضیلت والے ہیں اور ان میں ایک سب سے اہم صفت یہ ہے کہ یہ رحمن کو محبوب ہیں۔ ہمارے مرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی عابدی عارفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہاں غور کرو، اس میں لفظ ”محبوب“ کتنا پیارا ہے کہ یہ گلے رحمن کو محبوب ہیں۔ اور جو چیز اللہ کو محبوب ہو، اس سے جو شخص بھی متعلق ہوگا، وہ اللہ کا محبوب بن جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگ اپنے مرید بن کر جو معمولات پر یہ ارشاد فرماتے ہیں، ان میں ہم کو کم و بیش صحیح ”سبحان اللہ و الحمد، سبحن اللہ الخیر“ کی بھی شامل ہوتی ہے۔

بخاری شریف کی ابتداء اور انتہاء میں لطیف رابطہ:

تخریص میں ایک بات مختصر عرض کر کے بات کو ختم کرتے ہوں۔ وہ یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب کو شروع کیا تھا ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ کی حدیث سے۔ جس میں ہمیں یہ سبق دیا کہ آگے پڑھنے سے پہلے اپنی اپنی نیٹوں کو درست کر لو۔ جتنی نیت ہوئی، وہ یہاں ہی اس کا نتیجہ ہوگا۔ آخرت خیر کے لئے پڑھ رہے رہو تو آخرت بے نیل ہو۔ خدا انکو اسے آخرت کا مقصد ہے تو پھر وہ توہرے سامنے آئے گا۔

اعمال میں وزن پیدا ہوتا ہے، انھار سے اپنے نچر جھانکے، یا کھڑی نے طور پر کام کرتے ہیں ان کے اعمال میں وزن نہیں ہوتا۔ وہی طرح خدا بھی اللہ نے نئے کام نہیں کرتے تو قرآن عظیم میں کافروں کے نیک اعمال کے بارے میں فرمایا کہ

وَمَا يُغْنِيهِمْ تِلْكَ أَعْمَالُهُمْ إِذْ هُمْ يُنْفَخُونَ (سورہ نازعات: ۲۵)

”قیامت نے ان کا تمام نیک اعمال کو وزن تو نہیں کریں گے۔“

عمل جتنا زیادہ خالص ہوگا، اتنا ہی اس کا وزن زیادہ ہوگا۔

تو امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلی حدیث میں سبق دیا کہ اپنی نیتوں کو درست کرلو۔ اور آخر میں یہ بتایا کہ نیتوں کی درستی کا انجام یہ ہوگا کہ اخلاص سے پڑھے ہوئے یہ چھوٹے چھوٹے جملے بھی ہزاروں عمل کو جھکا دیں گے۔ اور اگر نیت صحیح نہیں ہوگی تو اعمال بے کار ہوں گے، ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو موت کے کٹھن مرطلے سے، قبر کی منزل سے اور میدانِ حساب سے آسانی اور عاقبت کے ساتھ گزار دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین



کامل مسلمان کون

۱- حضرت مولانا مفتی محمد رفیع دہلوی مدظلہ العالی

۲- ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب، جامعہ اسلامیہ، لاہور

۳- مولانا مفتی محمد رفیع دہلوی مدظلہ العالی

۴- مولانا مفتی محمد رفیع دہلوی مدظلہ العالی

﴿كامل مسلمان كون؟﴾

خُصِيْهُ مُسْتَوْنَه:

الحمد لله نحمدُهُ ونستعينُهُ ونستغفرُهُ ونؤمنُ بِهِ
ونتوكلُ عَلَيْهِ ونعوذُ بِاللّهِ مِنْ شَرِّهِ أَنْفُسَنَا وَمِنْ
سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِيْهِ اللّهُ فَلَا يُضِلُّهُ وَمَنْ يُضِلُّهُ
فَلَا هَادِيَ لَهُ ونشهد أن لا إله إلا الله وحده
لا شريك لَهُ وشهد أن سبداً وسَدَدنا و سَدَدنا و مولانا
محمداً عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى
آله وصحبه اجمعين وسلم تسليمًا كثيرًا.

اما بعد:

عن عبد الله عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه عن
النبي صلى الله عليه وسلم قال:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَبَّحَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ ۝

۱. متفق عليه

حدیث کا ترجمہ:

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز!

یہ حدیث جو ابھی میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے، بخاری شریف میں بھی آئی ہے اور سنن شریف میں بھی۔ اسی حدیث جو بخاری و مسلم دونوں میں آئی، اسے ”مشفق علیہ“ کہا جاتا ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

”مسلمان دو ہوتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچے۔“

کاش یہ حدیث ہر مسلمان کو حفظ و یاد آئے:

یہ ایسی عظیم الشان حدیث ہے کہ دل چاہتا ہے کہ ہر مسلمان کو یہ حدیث حفظ ہو۔ ہمیں یاد ہے کہ جب ہم باہل پہلے تھے۔ دیوبند میں رہتے تھے۔ میں قاعدہ پڑھتا تھا۔ میری عمر اس وقت چھ سات سال ہوئی، دو تھیں سات اور چھ کے درمیان جو رات ہوتی تھی، اس میں والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کچھ فرصت ہوتی تھی کیونکہ اگلے دن سبق نہیں پڑھانا ہوتا تھا جس کی وجہ سے رات کو مطالعہ بھی نہیں کرتا ہوتا تھا۔ تو اس وقت اور جب کبھی بھی ایسا موقع مل جاتا تو اس وقت وہ ہمیں انبیاء و کرام کے قصے سناتا کرتے تھے۔ وہی قصے ہم نے بعد میں کتابوں میں بھی پڑھے لیکن ہمیں جب یاد آتے ہیں تو کتنا ہوس کے خواہش سے یاد نہیں آتے۔ والد صاحب نے نہانے کے خواہش سے یاد آتے ہیں۔ دوسرا ایسی ہوتی ہے کہ اس وقت کی ساری باتیں یاد آتی ہیں۔

ایں زمانے میں والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا مشہور درس ”ابوابِ النعمان“ کے نام سے لکھا تھا۔ درس بھی میں نے پڑھا ہے۔ میں یہ درس طلبہ کو پڑھایا بھی جاتا ہے

اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی چالیس حدیث اور ان کا ترجمہ ہے۔ دیوبند میں بھی چھپی تھی۔ یہاں بھی چھپی رہتی ہے۔ اب کچھ عرصہ پہلے دار الفکر کراچی کے استاد مولانا رحمت علی ہاشمی صاحب نے اس رسالے پر آسان سی تشریح بھی لکھ دی ہے۔ جس کی وجہ سے اب وہ عوام کے لئے بہت کام کی چیز ہو گئی ہے۔ قرآن چالیس حدیثوں میں ایک حدیث یہ بھی تھی کہ **الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ كَيْدِهِ وَبَيْدِهِ**۔ جس سے یہ حدیث اسی وقت سے حفظ آیا ہے۔ جس وقت والد صاحب نے یہ رسالہ تالیف فرمایا تھا۔

”تکلیف نہ پہنچنے“ کا مطلب :

اس حدیث میں یہ فرمایا گیا کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔ مراد یہ ہے کہ دوسروں کو ”ناحق تکلیف“ نہ پہنچے۔ مگر کسی حق کی وجہ سے تکلیف پہنچانی پڑے جیسے ”جہاد“ میں کافروں کو تکلیف پہنچانی پڑتی ہے۔ اسی طرح چوروں کے ہاتھ بٹھ پڑتے ہیں۔ ڈاکوؤں کے ہاتھ اور پاس دوسوں کا لئے پڑتے ہیں۔ قاتلوں کو قتل کرنا پڑتا ہے۔ یہ تکلیف ممنوع نہیں کیونکہ یہ حق شرعی کی وجہ سے ہے۔ یہاں جس تکلیف سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے مراد ناحق تکلیف ہے۔

یہ حدیث معاشرتی احکام کا بنیادی اصول ہے :

اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ حدیث پورے اسلامی معاشرے سے متعلق احکام کا بنیادی اصول اور محور ہے۔ پہلے بھی یہ بات بتا رہا ہوں کہ اسلام مذہب نہیں ہے، دین ہے۔ پوری زندگی کا دستور و نمونہ ہے اور گمراہی کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو بڑے بڑے پانچ اصولوں میں اس کی تعلیمات تقسیم ہیں۔

پہلا۔ اعتدایانیت ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ کن کن چیزوں پر ایمان آنا

ضروری ہے اور کئی چیزوں پر ایمان نہ لانا ضروری ہے۔

دوسرا حصہ عبادت ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ

تیسرا ہذا حصہ معاملات ہے جیسے خرید و فروخت، تجارت، حراوری، کاشتکاری،

صنعت، اسی کے اندر حکومت، سیاست اور عدالتی نظام بھی آجاتا ہے۔

چوتھا ہذا حصہ معاشرت ہے۔ معاشرت کا لفظ فطرت سے نکلا ہے۔ فطرت کہتے

ہیں "زندگی" کو۔ معاشرت کے معنی ہیں مل جل کر زندگی گزارنا۔ یہ جملہ آپ بہت سنتے

ہوں گے کہ ہمارا معاشرہ ایسا ہے۔ ہمارا معاشرہ بہت زیادہ خراب ہو چکا ہے وغیرہ۔ یہ لفظ

اصل میں "معاشرت" ہی ہے۔

اسلام نے معاشرت یعنی مل جل کر زندگی گزارنے کے احکامات بھی بہت

تفصیل سے بتائے ہیں۔ ہر انسان کو تقریباً ہر وقت کسی نہ کسی انسان سے واسطہ پیش آتا

ہے۔ آپ یہاں بیٹھے ہیں۔ اس وقت آپ کا مجھ سے بھی واسطہ ہے اور برابر میں اور

آگے پیچھے بیٹھنے والوں سے بھی واسطہ ہے۔ نماز میں کھڑے ہوں گے تو وہاں آپ کا

واسطہ امام سے بھی ہوگا اور اپنے دائیں بائیں والے نمازیوں سے بھی ہوگا۔ یہاں سے

ٹھکیں گے تو راستہ میں میں نے ان سے واسطہ ہے، گھر پہنچیں گے تو جوی، بچہ۔

میں، بھائی، ورہاں باپ سے واسطہ ہوگا۔ بازار جائیں گے تو دکاندار اور دوسرے لوگوں

سے واسطہ ہے۔ دفتر چ میں گئے تو وہاں اپنے افسر اور اپنے ماتحتوں سے واسطہ ہے۔ کون

پا چ نہیں گئے تو وہاں اپنے کاکین اور اپنے طر زمین سے واسطہ ہے۔ طرح طرح کا قیام انسان

کو تقریباً ہر وقت کسی دوسرے انسان سے واسطہ ہے۔ انسان بدلتے رہتے ہیں لیکن کوئی نہ

کوئی اس سے ہاتھ زندگی گزارنے والا تقریباً ہر وقت ہوتا ہے تو ان کے ساتھ ان طرح

پرانا نمونہ کہ انیس سو تالیف اور نوآوری نہ ہو، یہ اسلامی معاشرت ہے۔ اور ان اسلامی

معاشرت کے احکام کا سبب اب ان حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے کہ

اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمانوں کو اپنی تکلیف نوراگوری نہ ہو۔

”ادب“ کیا ہے؟

یہاں ایک بات اور عرض کر دوں۔ ہمارے مرشد حضرت ذاکر مہدائی ؒ دینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس تھی۔ ہم بھی حاضر تھے۔ تو حضرت نے ایک سوال اٹھایا فرمایا کہ بھائی! یہ لفظ بہت استعمال ہوتا ہے کہ فلاں کام ادب کے خلاف ہے۔ فلاں کام ادب کے موافق ہے۔ فلاں با ادب ہے، فلاں بے ادب ہے۔ سوال یہ ہے کہ ”ادب“ سے کیا مراد ہے؟ ہمیں تو کچھ ہمت نہ پڑی بولنے کی، اور بھی کوئی نہیں بولا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ یہ بات آپ مجھ سے سن لیجئے۔ فرمایا کہ ادب یہ ہے کہ دوسرے کو آپ کے کسی قول یا فعل سے ناحق اپنی ناگواری پیش نہ آئے نہ چھوٹوں کو تکلیف پیش آئے، نہ بڑوں کو۔

اب جو یہ کہا جاتا ہے کہ بڑوں کے سامنے گراؤں جھکا کر بیٹھو۔ زور زور سے نہ بولو، یہ بھی ادب ہے لیکن یہ ادب اس لئے ہے کہ اگر آپ اس طرح بیٹھو گے تو انہیں ناگواری نہیں ہوگی، اگر تڑپ کر بیٹھو گے تو انہیں سمجھے کہ یہ صاحب بہادر بن کر بیٹھا ہوا ہے، اس سے انہیں ناگواری ہوگی۔ زور زور سے بولو گے تو انہیں تکلیف پہنچے گی جس سے ناگواری ہوگی۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ بڑوں کے پیچھے پیچھے چلو کیونکہ آگے چلنے سے انہیں ناگواری ہوگی۔ لیکن یہ بات کوئی قاعدہ کلی نہیں کیونکہ جب ”ادب“ کی تعریف یہ ہوئی کہ ادب یہ ہے کہ دوسروں کو آپ کے قول و فعل سے ناحق ناگواری نہ ہو تو اس کے حساب سے ادب کی تفصیلات اپنے موقع کے اعتبار سے مختلف ہوں گی۔ کبھی بڑوں کے پیچھے چلنا ادب ہوگا لیکن کبھی بڑوں نے آگے بڑھنا ادب ہوگا۔ مثلاً انہر راستہ تاریک اور خطرناک ہے، اس میں مجھ کو پس انداز رکھنا تو ادب ہے۔ ادب یہ ہے کہ آپ آگے چلے جائیں لیکن اگر ایسا نہیں تو پھر پیچھے چلنا ادب ہوگا۔

اور یہ بات آدمی اپنے عقل و فہم اور تربیت سے سمجھتا ہے کہ میرے کون سے فعل سے دوسروں کو تکلیف پہنچے گی، دیکھوں سے عقل سے تکلیف نہیں پہنچے گی، کون سا موقع آپس میں لڑنے کا ہے اور کون سا موقع اور پٹی آدمی میں ہت کرنے کا ہے۔ کون سا موقع آگے چلنے کا ہے، کون سا موقع ساتھ چلنے کا ہے اور کون سا موقع پیچھے چلنے کا ہے۔

ادب بڑوں کا بھی ہوتا ہے، چھوٹوں کا بھی:

ادب کی تعریف سن کر یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ادب بڑوں کا بھی ہوتا ہے اور چھوٹوں کا بھی ہوتا ہے۔ یہ نہ کہ تکلیف سے تو چھوٹوں کو بھی بچنا ضروری ہے، ہذا ایسی بات یا کام کرنا جس سے بچوں کو تکلیف پہنچے، بچوں کے ادب کے مخالف ہے۔

بقدر والدین کی ہدایت سنت کے ڈھانچے میں وحشی ہوتی ہیں۔ حضرت ماری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے جو بات فرمائی، یہ تقریر اسی بات ہے جو جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ **الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَبَدَنِهِ** (مسلمان وہ ہوتا ہے کہ اس کی زبان اور اچھ سے دوسرے لوگ مامون محفوظ رہیں)۔

غیر مسلموں کو بھی نہ حق تکلیف پہنچانا حرام ہے:

یہاں ایک اور بات سمجھ لیجئے۔ شارحین نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ”مسلموں“ کا لفظ قید امتداد کی نہیں ہے، یعنی یہ مطلب نہیں کہ ایک مسلمان سے دوسرے مسلمان تو محفوظ رہیں، بلکہ کافر محفوظ نہ رہیں، یا پھر مخلوق نہ رہیں۔ یہ مطلب ہے ”مسلموں“ کا لفظ ”غیر مسلم“ سے مراد ہے۔ اس لیے اس حدیث میں یہ ہے کہ مسلمانوں کی حق میں زیادہ تر ملامت دوسرے مسلمانوں سے ملتی آتی ہے، نہ کہ جس طرح مسلمانوں کو باحق تکلیف پہنچانا جائز نہیں، اس طرح کافروں کو بھی، حق تکلیف پہنچانا جائز نہیں۔

اور اب حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان وہ بنو گئے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں۔ دوسرے خواہ مسلمان ہوں خواہ کافر۔ یہ بہت اہم اور یاد رکھنے کی بات ہے کیونکہ اس مسئلے میں بہت سے مسلمانوں کو غلط فہمی ہو جایا کرتی ہے۔ یہاں ہمارے ملک میں عام طور پر فاکروب عیسائی ہوتے ہیں یا ہندو ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا کہ ان کو جتنا چاہو تکلیف پہنچا دو، ہرگز درست نہیں۔ خوب سمجھ لیجئے جس طرح کسی مسلمان کو ناخن آدیف پہنچانا حرام ہے اسی طرح ان بھاریوں کو بھی تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ ان کو گالی دینا، ان کو ناخن برا بھلا کہنا، ان کی ذلی آزاری کرنا، ان کو مارنا چینیٹا اور ان کا حق، رفاہ ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ مسلمان کے ساتھ ایسا سلوک کرنا حرام ہے۔

اسلام نے جانوروں کے بھی حقوق رکھے ہیں:

لہذا اسلام نے تو جانور ان کو بھی تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں دی۔ ان نے بھی حقوق مقرر کئے۔ خاتم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جانوروں کے حقوق سے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام ہے ”حقوق البھائم“ (جانوروں کے حقوق) اس میں آپ نے یہ بتا دیا ہے کہ اسلام نے جانوروں کے کیا کیا حقوق رکھے ہیں۔ بالقدیر یہ ہے کہ اسلام میں جانوروں کے حقوق سے متعلق بڑی تفصیلات ہیں۔ اگر آپ نے سنی جانور کو پال لیا ہے تو ان کے کھانے پینے کا انتظام آپ کی ذمہ داری ہے۔ ان کی نیشہ پرانچا بوجھ اور دھڑکیوں کی طاقت سے باز رہو۔

سید اصغر حسین کے واقعات:

”انا انصرتکم معاً رب ذمۃ اللہ تمہیں۔ یہاں وہ کہتے ہیں۔ جتنے تھے۔“

ولی اللہ کہلاتے تھے۔ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد تھے اور ہمارے دادا دادا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے۔ بڑے اونچے درجے کے صاحب کثیف و کمالات بزرگ تھے۔ ان کی باتیں بڑی خرافات والی اور یکسماز ہوتی تھیں۔ کئی عظیم الشان تحقیقی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے ملنے جایا کرتے تھے۔ والد صاحب کے ساتھ ہم بھی کبھی کبھی جا کر جاتے تھے۔ ہم تو سب سے جایا کرتے تھے کہ ان کے باپ جو بچے بھی جانتے، ان کو منگانی ملتی تھی۔ ہم جاتے تو کبھی بھی ملتی۔ ان کے سر ہانے منگانی رکھی رہتی تھی جب کوئی بچہ آتا، وہ اسے دھو منگانی دے دیتے۔ اور ہم ہمیں بھائیوں میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو والد صاحب انہی کے پاس سے جاتے۔ دو چھوڑ پھوٹ کر تے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب ٹھیک ٹھاک ہو جاتے۔ ذکریہ اور کلیمہ کا غیر شاذ و نادر ہی آتا، زیادہ تر انہی کے تعویذ اور حجاز بھونٹ سے کام چلتا تھا۔ دوسرے لوگوں کا خیال رکھتے میں ان کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

غریبوں کا محلہ ہے، اس لئے مکان یکا نہیں بنواتا:

آپ جس محلے میں رہتے تھے وہ غریبوں کا محلہ تھا۔ سب کے مکان کچے تھے۔ حضرت کا مکان بھی کچا تھا۔ برسات ہوتی تو اس کی مٹی بہہ جاتی۔ اس کی لپیٹاٹی پوتائی نہ ہوتی۔ سال میں ایک دو دفعہ لپیٹائی پوتائی کی نوبت آتی جاتی جس پر بھی خاصی محنت نہ رہے ہوتی۔ بہت سے لوگوں نے کہا کہ حضرت اس پر سینٹ کا پلستہ کرا دیں۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بھی کہا۔ ان کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ جب کوئی چھوٹا انیسب کوئی مشورہ دیتے تو اس کی حوصلہ افزائی بھی بہت فرماتے۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ تو صحیفائیں ہے۔ آپ اپنے

مرکان پر سیرت کا پتھر کر دیا۔ فرماتے تھے "کتنی قطعہ کی بات کی۔ ماشاء اللہ آپ نے بہت اچھا مشورہ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔" تعریف فرمادی لیکن بعد میں پتھر نہیں کیا۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اور مرتبہ یاد دلایا۔ اس پر بھی خوب تعریفیں کیں کہ ماشاء اللہ کتنی عمدہ تجویز دی۔ بڑی عقیمانہ بات کی و فضول سال میں دو مرتبہ ہم تکلیف اٹھاتے ہیں آخر چہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہاں بھائی! آپ نے بہت اچھا مشورہ دیا۔ یہ کہہ کر خفا موش ہو گئے اور اس کے بعد بھی پتھر نہیں کیا۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے پھر ایک مرتبہ یاد دلایا تو فرمایا کہ "دیکھو بھائی! بات یہ ہے کہ اس محلے میں سارے گھر غریبوں کے ہیں، سب کے گھر کچے ہیں۔ اگر میں نے اپنا گھر پکا دیا تو ان کے دل ٹو نہیں گئے، ان کے بچوں کے دل ٹوٹیں گئے۔" چنانچہ جب تک اس محلے کے سارے مکانات پکے نہیں بن گئے، حضرت میاں صاحب نے اپنا مکان پکا نہیں بنوایا، یہ تھے "الْمُسْلِمُونَ مِنْ سِلْبِ الْمَسْلُومِينَ" لسانہ ویدہ "پر عمل کرنے والے۔"

اگر یہاں جھٹکے ڈالے تو غریب بچوں کا دل ٹوٹے گا:

حضرت والد صاحب نے ان کا ایک اور واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ انہوں نے آم کھا سنا۔ والد صاحب کو بھی کھائے۔ جب جھٹکے اور گٹھیاں جمع ہوئیں تو والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ میں جھٹکے کرواتا ہوں۔ فرمایا کہ نہیں آپ رہنے دیں۔ والد صاحب نے جب بار بار اصرار کیا تو فرماتے تھے کہ ایتنا یہ بتانا کہ جھٹکے آتے ہیں؟ والد صاحب کہتے تھے کہ ہاں، جھٹکے کون مشکل کام ہے۔ وہ کوزے پر پھینک دیا جائے گا۔ یہ کون نہیں آتے۔ آپ کو جھٹکے نہیں آتے۔ والد صاحب نے پوچھا کہ ان نے جھٹکے میں کونسا غلطہ بنے ہو مجھے نہیں آتا۔ فرمایا بہت عبراؤں سے۔ رات کو جب سب سو جاتے ہیں تو فلی سے ہاتھ نکال کر سب کے پاس یہ گٹھیاں بیچتا ہوں۔ جہاں سے سب

سویرے لوگ اپنے ڈنگروں (چاندروں) کو لے کر گزرتے ہیں۔ وہاں سے جانور گزرتے ہوئے انہیں کھالیتے ہیں۔ یہاں اس لئے نہیں ڈالنا کہ یہ غریبوں کا محلہ ہے، اگر دن کے وقت ان کو یہاں ڈالا تو غریبوں کے بچے جب ان چھکوں کو دیکھیں گے تو ان کے دلوں کو حسرت ہوگی، ان کا دل ٹوٹے گا۔

”انور“ ناول کیسا ہے؟

ان کا ایک اور واقعہ تو ایسا عجیب و غریب ہے کہ آج اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ یہ واقعہ ہم نے اپنے والد صاحب سے بھی سنا اور اپنے بڑی بھائی ذکی کیفی صاحب مرحوم سے بھی بار بار سنا۔ ہمارے بڑے بھائی ذکی کیفی صاحب ان کے بڑے ماؤ لے تھے اور بہت کثرت سے ان کے پاس جاتے رہتے تھے۔ وہ ان کے غریب عجیب قصبے اور لطیف سنایا کرتے تھے۔ ایک عجیب قصہ یہ سنایا کہ ان کے پاس ایک مشہور ناول تھا جسے وہ کسی دکاندار سے کرائے پر لے کر آئے تھے۔ جب پڑھ لیا تو اکاندار کو واپس دینے کے لئے جا رہے تھے۔ راستے میں خیال آیا کہ میاں صاحب کا گھر درمیان میں پڑتا ہے۔ چلو، ان سے سلام کرتے ہوئے چند جاؤں کار کہتے ہیں کہ میں نے وہ ناول اپنے نیٹے میں اڑس لیا اور اوپر سے کریم ڈال دیا اور پھر سلام کرنے کے لئے ان کی خدمت میں پہنچا، سلام کیا، حضرت نے خیر فریت دریافت کی اور اس کے بعد فرمانے لگے ”ہاں! وہ ”انور“ ناول کیسا ہے؟“ (ناول کا نام ”انور“ تھا) آپ چونکہ صاحب کثف بزرگ تھے، اس لئے نہیں پتہ چل گیا کہ اس نے ناول چھپا رکھا ہے۔

بلاوجہ ایک مسلمان کا دل کیوں دکھاؤں؟

بھائی جان صاحب ہی نے ان کا یہ قصہ بھی سنایا کہ حضرت جس محلے میں رہتے

تھے۔ راستے میں ایک فاحشہ عورت کا مکان پر تاققد و ویدیشہ و رکشی عورت تھی۔ اسی زمانے میں وہ جوان تھی تو اس کے پاس گاہب آتے تھے۔ اب بوزمیں ہوئی تھی تو گاہب نہیں آتے تھے۔ اور اس کو یہ سنو کر بیٹھتی تھی۔ شاید کوئی گاہب آجئے لیکن عام طور پر کوئی گاہب نہیں آتا تھا۔ حضرت میں صاحب دہب اس کے گھر سے گزرتے تو پاؤں سے جوتے نکال لیتے اور ننگے پاؤں وہاں سے گزرتے، البتہ آئے جا کر چمکن لیتے۔ والد صاحب اور بھائی صاحب نے ان کو کئی مرتبہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟ آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ اس کی ایک وجہ ہے۔ لیکن اس وقت وہ نہیں بتائی۔ پھر تیسرے عرصے بعد جب والد صاحب نے پوچھا تو فرماتے تھے کہ دراصل بات یہ ہے کہ پہلے جب یہ عورت جون تھی۔ اس کے پاس گاہب بہت آتے تھے۔ اب بوزمیں ہوئی سبب۔ گاہب نہیں آتے لیکن یہ انتظار میں رہتی ہے۔ میں اس کا تجربہ آتے سے بہت پہلے جوتے اس لئے ہمارے لیتا ہوں تاکہ میرے قدموں کی آہٹ اس کو خافی نہ اے کیونکہ اگر اس کو آہٹ سنائی دے گی تو اس کے دل میں امید پیدا ہوگی کہ شاید کوئی گاہب آئے۔ اور جب میں گزر جاؤں تو اس کا دل ٹوٹے گا تو بلاوجہ ایک مسلمان کا دل کیوں دکھائے؟ ایک کبھی عورت کے بارے میں حضرت کی یہ نصیحت تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل:

رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل بھی عوامی زندگی میں رہنے والوں کے لیے عمل سے اور بہتر ہے۔ جیسا کہ پہلے گفتے میں سمجھ رہے تھے اللہ تعالیٰ ان سے سب سے زیادہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں بھی رستہ میں اور دن بھر میں رسول اللہ ﷺ بھی یہ کہنے (تہجد، صبح، شام، چائے، شہرہ سے باہر نکلنے کا راستہ) نہ تھے نہ پختی نہ طرب سے رات کو نہیں

”مکھیں بند کر کے لیٹی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سمجھے کہ میں سورہی ہوں حالانکہ میں جاگ رہی تھی۔ آپ نے میرا اس طرح خیال فرمایا کہ آپ آہستہ آہستہ پانچویں کی طرف سر کے پھر بہت آہستہ سے جوتے پہنے، پھر بہت آہستہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا کر چلے، پھر پیچھے سے دروازہ کھولا، پھر بہت آہستہ سے دروازہ بند کیا اور باہر چلے گئے۔ حضور جنت بقیع میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بھی پیچھے پیچھے چلی گئیں۔ جب حضور ﷺ پورے دور کیچھا کر واپس آ رہے ہیں تو یہ بھی بھال کر واپس اپنی جگہ پر لیٹ گئیں۔ فرمائی ہیں کہ میرا سانس پھو رہا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عائشہ کیا بات ہے؟ تمہارا سانس پھولا تو کیوں ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ یہ سن لی کہ میں آپ کے پیچھے آئی تھی اور پھر آپ کو واپس آتا دیکھ کر جدی سے ہنسنے پر آ کر لیٹ گئی۔

ہم اپنا جائزہ لیں:

دیکھئے! اس واقعہ میں رسول اللہ ﷺ نے کمرے سے باہر نکلنے میں کتنی احتیاط فرمائی کہ آہستہ آہستہ اور چپکے چپکے سب کام کئے تاکہ عائشہ صدیقہ کی تیند خراب نہ ہو جائے۔ اب ہم اپنا عمل دیکھیں کہ ہم دوسرے لوگوں کو لذت سے بچانے کی کتنی کوشش کرتے ہیں۔ آج کل یہ عادت عام ہو گئی ہے کہ کمرے میں جب کچھ لوگ سو رہے ہوں تو نیا آنے والا قہقہہ مچھوٹتا ہے۔ حالات کا جائزہ لیتا ہے اور پھر جا کر اپنی جگہ سو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کی تیند کمزور ہوتی ہے۔ لانت چلنے سے سن کی کچھ عمل جاتی ہے تو اس عمل سے سن کو تکلیف ہوتی ہے۔ یہ وہ تکلیف ہے جو ہم اپنے عمل کے ذریعے سے دوسروں کو پہنچاتے ہیں۔

اسی طرح ہم زبان سے بھی دوسروں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے رہتے

ہیں۔ یہ لاد و پختہ اور فہرناک آئے ہے کہ زبان سے تکلیف پہنچنے کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ اس سے بھگتی چاہو، دوسروں کو تکلیف پہنچا دو۔ ساتوں کو ڈیٹا دو، عبادت کرنے والوں کی عبادتیں خراب کر دو، اور جتنا چاہو، دوسروں کو ستا دو۔ خود یہاں بیٹھے ہیں اور اس کی مار دو رہے ہیں۔

”زبان“ کو پہلے کیوں ذکر کیا گیا؟

حدیث میں جو فرمایا گیا کہ ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے“ اس میں زبان کا ذکر پہلے ہے اور ہاتھ کا بعد میں۔ ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کرتے تھے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ سے تکلیف پہنچانے کے مواقع بہت کم آتے ہیں بلکہ زبان سے تکلیف پہنچانے کے مواقع بہت زیادہ ہیں۔ ہاتھ سے تکلیف پہنچانا مشکل بہت ہے بلکہ زبان سے تکلیف پہنچانا آسان بہت ہے۔ آپ کسی طاقتور کو ہاتھ سے تکلیف نہیں پہنچا سکتے، اگر آپ اُسے ہاتھ سے تکلیف پہنچائیں گے تو وہ آپ کی مرمت کر دے گا لیکن زبان ایسی چیز ہے کہ کمزور سے کمزور آدمی طاقتور سے طاقتور آدمی کو تکلیف پہنچا سکتا ہے مثلاً میں فون کر کے تکلیف پہنچاؤں، لاد و پختہ پر کان دے دوں، پارٹیوں اور فیوٹی پر برا بھلا کہہ دوں۔ ہاتھ سے تکلیف پہنچانے میں محنت خرچ ہوتی ہے بلکہ زبان سے تکلیف پہنچانے میں کوئی محنت خرچ نہیں کرنا پڑتی۔ اسی لئے زبان کے ذریعے سے پہنچانی جانے والی تکلیفیں زبان کی تکلیفوں سے قابل ست میں بہت زیادہ ہوتی ہیں تو چونکہ اس کی تکلیفیں کثرت سے ہوتی ہیں۔ اس لئے زبان کا ذکر ہاتھ سے پہلے فرمایا۔

صرف ”ان دو اعضا“ کا ذکر کیوں فرمایا؟

اس میں زبان و ہاتھ کا ذکر کیا گیا۔ عجب چیز نہیں کہ دوسرے اعضاء

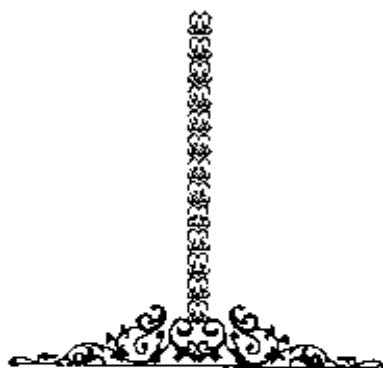
تا تکہ آنکھ با سر سے کسی تکلیف پہنچانا جائز ہے۔ ہرگز جو ٹکسیں۔ ان دو اعضاء کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا کہ عام طور پر انہی دو اعضاء سے دوسروں کو تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔

خلاصہ :

حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ کسی بھی انسان یا جانور کو ناحق تکلیف پہنچانا مسلمان بھ کام نہیں اور اگر کوئی مسلمان اس طرح کرتا ہو تو وہ اس قاتل نہیں ہے کہ اسے مسلمان کہا جائے۔ اس لئے صحیح اور کامل مسلمان بننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ ہماری زبان و ہاتھ سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس حدیث پر پورا پورا عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



اخلاص کی راہ میں حائل رکاوٹیں



2000

انہاں سب سے پہلے دیکھو کہ وہ کونساں چیزیں

— 23 —

مطهرت، ص ۱۸، منقذ، ج ۲، ح ۳۵۷

۴۰۰

چند سال بعد، جو کہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ تھے، نے کہا:

2000

تاریخ الحجاز و مدائن العربیه

...!

ای. اے. محمد رفیق

22

— 274 —

✽ اخلاص کی راہ میں حاکم رکا و ٹھیں ✽

خطبہ مسنونہ:

الحمد لله محمد و سعبه و سعبه و سعبه و سعبه و سعبه
و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه
سبب اعماله من يده الله فلا فضل له و من يضل
فلا هادي له و شهيد ان لا اله الا الله و حده
لا عريك له و شهيد ان سببا و سببا و سببا و سببا
محمد عبد و مؤمنه صلى الله تعالى عليه و عني
الله و صحبه و جمعهم ○

ابا بعد!

ما كلف كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه
عليه و منهم و يول الله حل ذكركم انما و حده و حده
كما و حده و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه و سوب كل عنبه
الحمد لله عبد و مؤمنه صلى الله تعالى عليه و عني
الله و صحبه و جمعهم ○

حدثنا يحيى بن سعيد لاقتارى قال اجبرني محمد
بن ابراهيم بن عيسى انه سمع خلفه بن وقاص المكي
يقول سمعت عمر بن الخطاب علي بن ابي طالب
سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول
انما الاعمال بالنيات . وانما لكل امرئ ما نوى .
من كان هجرته الى دنيا فشبه الزاني
بالمكح . فیهجرته الى ما خیر الله

بخاری شریف، حدیث کی صحیح ترین کتاب

مؤرخہ، کرام، مزین طلبہ و محرمین!

اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے آئی کیس بخاری شریف کی حدیث پر کئی
توثیق دے دی ہے اور اس توثیق میں کمال کا آغاز بھی امام بخاری کی اس عظیم القدر کتاب سے
ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں پوری امت کا شفق فیض ہے کہ یہ صحیح و محبوب حدیث کی
مکتبہ ہے جنہی کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب بھی کتاب ہے۔

پہلی دہائی کے بعد اس وقت بخاری شریف نے اعلیٰ کمال آج بھی دیا
جس کو سمجھنے کے لیے یہ دہائیوں میں بھی اپنے کئی کتابیں اور دہائیوں میں اللہ کی
امانتوں کے اس کتاب اور اس کے مختلف تفسیرات اور اعلیٰ مقام پر دیکھا گیا
اور کتاب اور اس کے مختلف تفسیرات

امام بخاریؒ کی "جامعہ الاحمد" کے رہنے والے تھے

امام بخاریؒ کی ذات اللہ تعالیٰ علیہ السلام نے اپنے واسطے کی ہے۔

مشہور شہر ہے۔ اس بار دور رس پہلے ہی روٹیوں کے تسلسل سے آزاد ہوا ہے۔ آزاد روٹی کے بعد ہم بھی وہاں حاضر ہوئے تھے۔ الحمد للہ امام بخاری کے مزار پر بھی حاضری ہوئی جو سر قند کے قریب "غریب" کے مقام پر واقع ہے۔

خاص یہ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ازبکستان کے رہنے والے تھے۔ ازبکستان مغربی ترکستان کا علاقہ ہے۔ یہ وہی علاقہ ہے جسے مادراء النھر کا علاقہ کہا جاتا ہے۔ یہ اپنی کتابوں میں "مادراء النھر" کا لفظ بکثرت پڑھتے ہیں۔ نھر سے مراد دریائے آمو ہے جو افغانستان اور ازبکستان کے درمیان واقع ہے اور افغانستان اور ترکستان کے درمیان بھی دریائے نھر سے اس حوالہ دیا ہے۔ نھر کے ممالک ہیں جو مغربی ترکستان میں شامل ہیں۔ افغانستان، ازبکستان اور ترکستان یہ چار ممالک ہیں۔ یہ وہی مغربی ترکستان کے علاقے ہیں۔ وہاں یہاں نے ان ممالک کے ناموں سے اس ممالک کے نام دیے تھے۔

اسلام آباد میں ہے :

اب حال یہ پورا علاقہ بھی ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں۔ اللہ رب العالمین نے ایک نئی کورسول ملی کی احادیث کا سب سے بڑا کتاب "اسلام" جامع بنا کر دیا کہ یہ کتاب اسلام نے عربی سے لے کر نئی تک یہ نئی دینی ہے۔ اس کا اسم یہ ہے کہ

وَسَمَّا الْمُسْلِمُونَ بِالْحَقِّ

"مسلمان تو سب جہانی ہیں۔"

یہ اسلام کو قبول کرنے والوں کی ہے۔ وہ اس میں "اسلام" کو چاہتے ہیں۔ ان کو یہ کہہ دیا کہ "اسلام" ہی جہانی اسم اور زبان اور علاقے کے نام کا تعلق ہو گا۔ یہ اسم "اسلام" ہے۔

نصرہ رسول اللہ کو دل و جان سے ماننے اور زبان سے اس کا اقرار کرنے کے بعد وہ سلامی برادری کا رکن بن جاتا ہے۔ اسلام کسی مادے، کسی زبان اور کسی نسل تک محدود نہیں۔

امام بخاری بھی غنمی تھے لیکن . . .

احمد رضا، عرب میں پڑے پڑے علماء، مفتیہا، محدثین اور محققین موجود ہیں مگر عام طور پر انہیں کسی یہ کہتا ہے کہ علماء عرب کسی غنمی عالم دین کو نظروں میں نہیں لیتے۔ ہندوستان، پاکستان، چنگ و دیش یا کسی اور غنمی ملک کا۔ مگر اس کی زبان عربی نہیں ہے تو اس کی صرف قلوب سے اچھٹے بھی نہیں۔ سرور کوئی بات کرے تو قہر سے اس کی بات سنتے بھی نہیں۔ علمی مضامین میں غیر عربی کی بات کو ایک میں ہی نہیں لیتے۔ حدیث سے تو قہر سے سنتے ہی نہیں کہ یہاں یہ غنمی کیا ہے! لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام ہے کہ پورے عالم عرب میں کسی بھی علمی مجلس میں چھپے چھپے چوہے اس مجلس میں کھینچے ہی پڑے ہر فقید، اور محدثین، محدثوں، جہاں آپ حدیث روایت کرتے ہو کہ وہیں "ابو داؤد الجوزی" (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے) تو سب کی ترانہیں بجھ جاتی ہیں۔ جس حدیث کے بارے میں مضمون ہو جائے کہ اسے بخاری نے روایت کیا ہے، پھر اس کی سند کوئی نہیں پوچھتا۔ اس اتنی بات کافی ہو جاتی، جبکہ وہ اسے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

اس زمانے میں علم حدیث پورے عالم اسلام میں بکھرا ہوا تھا۔

واقف یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف حدیث کے اندر اپنی پوری زندگی بسر کی ہے۔ انہوں نے ان حدیثیں اپنے وطن سے نکلے تھیں، وہاں سے بہت سے روایات بکھرا رہے۔ اب غریب یہ۔

اس زمانے میں یہ طریقہ نہیں تھا کہ کسی حدیث میں داخل ہو گئے اور سارا عمر وہیں مل گیا جیسا کہ آج کل جاتا ہے۔ آج اگر کوئی شخص حدیث کا علم حاصل کرنا چاہے تو کسی ایسے مدرسے میں داخل ہو جائے جہاں اصول حدیث پر حایا پایا جائے اور اساتذہ و تلمذ پر کار ہوں۔ وقت سے بچانے والے ہوں تو علم حدیث کی بہت سی کتابیں پڑھ لیتا ہے۔ صحاح ستہ و مؤلفین، اثرن معارفی و تاریخی برسی بڑی علم حدیث کی کتابیں پڑھ لیتا ہے۔ اس زمانے میں تو یہ کتابیں ہی نہیں تھیں۔ علم حدیث کے بارے میں اسلام میں کچھ ایسا تھا۔ جہاں جہاں صحابہ کرام اسلامی فتوحات کے ساتھ پہنچے تو بہت سے صحابہ کرام انہی علاقوں میں رو سکے۔ انہوں نے خانہ دہن قائم کر لیا اور اس حدیث کی تبلیغ و اشاعت کا مشغول رہ گئے۔ یہ کوئی تجارت میں بھی لگا تو اسے بھی کچھ حدیثیں یاد تھیں۔ وہ حدیثیں بھی سنا رہا ہے اور لوگوں پر بھی بھی کر رہا ہے۔ اس میں طریقہ یہ تھا کہ حدیث پورے عالم اسلام میں پھریں اور اچھا۔

اور اس وقت کا عالم اسلام بھی وہی وسیع تھا جتنا آج وسیع ہے۔ اس کے بارے میں عالم اسلام میں سے تامل کر کر کے اور تحقیق کر کر کے صحیح حدیث جمع کرنا، جو اسے شیعہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اٹھارہ سال کی عمر تک اپنے شہر کے تمام مسلمانوں کا علم حدیث حاصل کیا، قرآن کریم اس سے پہلے حفظ کر چکے تھے۔ اٹھارہ سال کے بعد سفر کے لئے نکلے جس کو بھی پھر۔ جس میں بھی کوفہ میں، کبھی دمشق میں، کبھی بغداد میں، کبھی کتبے میں ہیں کبھی۔ اپنے میں۔ چوٹی بغدادی شریک اسی حالت سفر میں کہیں ہے۔ قریب یوں ہیں، حقیقتیں اچھ نہیں، محققین میں اور مسلمانانہ و بوجہ کے ترے سے ان کو ملتا تھا، اور انہی علاقوں میں فرج ہوا۔

نقل حدیث میں امام بخاری کی احتیاط

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عام کے نبی کتاب میں کہیں نہ نقل کیا ہے۔ اس نے اپنے دور بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی تفصیلات آپ ان کے حوالہ دینے سے آگے

سے چاہا کہ اس نے جواب نہ دیا وہ ساری ٹہلٹیں چوری نہ ہو جائیں، اس وقت تک حدیث نہیں لکھتے تھے۔ ساری ٹہلٹیں چوری کرنے کے بعد بھی فوراً حدیث نہیں لکھتے تھے بلکہ معمولی و قنادی حدیث لکھنے سے پہلے غسل فرماتے اور وضو کیا کرتے، اس کے بعد صرف اس کو راقیہ کو اراہہ توحی کے انتظار کیا کرتے کہ اس کا ریت و مکھن دیکھیں۔ اور جب نماز میں ہوتا تھے تو اس کا ہاتھ لے لکھتے تھے یہ صحائف برتنے تھے اور صحائف کی وہ جگہیں پر ہوتا کرتے۔

تحصیل علم سیکھے مشقتیں

اس نے سیرۃ و تحصیل علم کے لئے جو قربانیاں اٹھائیں، وہ ان کے علاوہ ہیں۔ ساری جو فنی امور ان کی مشقتوں میں نہ آئی۔ جس استخوانی نہ مست میں رہے، اس کی مشقت کا ہمارا اثر نہ رہے کیونکہ عاقلی تفسیر کا تھا اور حافظہ بڑھتا ہے تھوکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تقویٰ بھی عطا فرمایا تھا۔ آپؐ بناؤں نکلے ہیں۔ آپؐ کا حافظہ بھی اعلیٰ تھا، ورجحت اور وقت کی یاد دہی سب عطا ہوئے۔ یہ یاد دہی کرتے تھے، اس لئے ان لوگوں کی تحروں کا شمار ان میں ہوتا تھا۔

اسی بعد ایک استاد نے پاس عمر کی فصل نہرت تھے فلیک روز برس میں نہ طہ نہ نہ تھے۔ تار و تہ جب سوال کیا تھیوں و بھی تھوکتی ہوئی، ایلہ بن ورنہ نہ رہا تھوکتی تھیں اس لئے قرآن و سیرۃ میں شہرہوں نے کہ کہ عاقبتی کی ڈیروں و وقت بھی جی غیر حاضر نہیں رہا۔ طلبہ ان کے حجرہ میں بیٹھے، اندر سے پٹنگی کی بوقی تھی، آوازیں، میں، ہر بار آواز سے نے ہر جہاں ہوا تو جواب نہیں آیا۔ آخر میں، تھیوں نے ان کی بھیجی رہی اور تھیں پکارا کہ میں۔ تم نہیں قسم دیتے کی۔ تم ہمارے ہاتھ کا جواب دو۔ اور اگر تم نے ساری بات کا جواب نہ دیا تو ہم دروازہ توڑ کر آئیں گے۔ میں داخل ہو چکا میں نے یہ کہتے سے نے کہ

خیر زائد ہو یا مردہ۔ تو اس وقت اندر سے بخاری کی آواز آئی۔ تو آپ نے جواب دیا کہ
 الحمد للہ میں زندہ ہوں نہیں ایسی بات میں نہیں ہوں کہ تمہارے لئے دردناک کھوس
 سنوں۔ اس لئے کہ میرے پاس کافی مصلحت سے صرف ایک ہی جوا تھا۔ اسی کو دعوہ و تواتر
 پہنچا تھا، پھر یہ بات تو ہی رہتا، چونکہ اکیلا لیکن اب وہ دھلتے دھلتے اور سستے سستے کتاب و سیدہ
 ہوتا ہے اور کچھ کچھ سے انکا پھٹ کر ہے کہ وہ میرے جسم سے اس لئے تو بھی نہ پھٹیں
 سکتے۔ جس لئے کو چھپا کر غرض ہے۔ تو ایسا وقت بھی امام بخاری پر آیا۔

محمّد حدیث کے لئے محدثین کی قربانیاں

ایسی ایسی قربانیوں نے ساتھ یہ کتاب نکلنے کی ہے اور یہ امام بخاری رحمۃ اللہ
 تعالیٰ علیہ کی قربانی تو ہے ہی، محدثین نے محمد بن یحییٰ ایسی ایسی قربانیاں دی ہیں کہ
 کسی قوم کے پاس ایسی مثالیں نہیں ہیں کہ اس نے اپنے نبی کی حدیثوں کے لئے ایسی
 قربانیاں دی ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آفتاب سے بھی بڑے چمکتے ستارے ہیں۔ مسند
 نبوی میں ان کا حصہ درج ہے۔ ان کے بارے میں یہ واقعہ انتہائی حدیث میں آتا ہے کہ
 ایک حدیث ان کو کسی نے بتائی اور وہ حدیث ایک صحابی کے واسطے سے سنائی۔ پوچھا کہ
 وہ صحابی کہاں ہیں؟ معلوم ہوا کہ وہ دمشق میں رہتے ہیں۔ انھیں یہ سوار ہونے اور حدیث
 غیبیہ سے مشفق بنیچے۔ یہ ایک میلے کا سفر ہے۔ وہاں پہنچے۔ وہ اوپر بالائے پرستار
 اختیار ان کے لئے آواز دی۔ انہوں نے کہا کہ اوپر آئیے اور تشریف رکھئے۔ فرمایا کہ میں
 صرف ایک حدیث سننے کے لئے آیا ہوں۔ آپ کے حوالے سے مجھے یہ اطلاع ملی ہے
 کہ آپ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ان الفاظ کے ساتھ سناتے ہیں۔ کیا یہ حدیث
 واقعہ النبی اللہ ﷺ کے ساتھ ہے؟ انہوں نے مایہ فی فرمایا کہ ابھ بھریں ہاتھوں۔ پھر

ایک بیٹے کا سفر نامہ کے انچس مر بیٹے پچھے۔ وہ بیٹے کا نکاح لے کر اپنے سے پرانے
 لکھی دیکھ کر ان کا اور مر بیٹے سے شام تک کے راستے میں آئے اسے ایک تان چلی
 اسے فوٹا۔ اس راستے میں توبہ پر توجہ ہو۔ مولیٰ شام کا اور اس پر منہ ہوا
 اس وقت بخاری شریف و مسند شریف میں آتے ہیں۔ یہیں ہیں اثنی عشرین جوش آئی
 میں۔ یہ لکھیں یہ تفسیر میں کی گئی کہ لکھی نامہ اثنی عشرین میں ہوا۔ حق میں صحیح ہے۔

اس میں حق و باقی واقعات تاریخ میں تحریر ہیں۔ ان میں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابن
 ابی نضر سے پہلے قریب قریب میں ورنہ قریبوں کے جدا جدا تھیں کی طرف۔۔۔۔۔
 آئی آئی ہے۔

یہ لکھنے والا لکھی تھیں اس میں کے پہلے آپ اللہ والہ میں ہیں یہ ہیں
 نے وقت لکھتے ہیں ہر جہت سے وہ حضرت بھی تشریف دیتے ہیں جو طالب علموں میں
 بے ادب یا تحقیق و سہل میں ملے۔ اس کے میں اس میں اور حق باتوں میں نہیں
 ہائیں یہ ہوتے مسند سے محدثین اور اس کے متعلق پندرہ میں ہائیں حوالہ میں
 ہا۔

پہلی حدیث میں سب باب کے عنوان سے نہیں کیوں؟

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے باب قائم
 کیا جس کا عنوان ہے۔

عن ابی کبشہ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ
 عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ
 عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ

باب کا عنوان قرآن ہے۔ وہی کو آٹھ ہجرت ہوا۔ ان میں سے پہلے یہ بھی

حدیث کے لئے آئے، وہ نسبت سے متعلق ہے، وحی سے متعلق نہیں حالانکہ دنیا کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی عذر ان اکیلا ہوتا ہے تو اس کے نیچے آنے والا مضمون اس عنوان کے مطابق ہوتا ہے اور اگر مضمون رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں تو تراجم ابواب مستغنیٰ علیہ فی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ بخاری شریف کے تراجم کے بارے میں یہ کہنا چاہیے کہ

”فَقَدْ أَخْبَارِي فِي تَرْجُمِهِ“

”امام بخاری کا فقہ اس کے تراجم میں موجود ہے۔“

بخاری شریف اگرچہ حدیث کی ایک بہت بلند کتاب ہے لیکن یہ فقہ کی کتاب بھی ہے۔ درحقیقت امام بخاری نے یہ فقہ حدیث کی کتاب لکھی ہے اور اپنا فقہ ابواب کے عنوانات میں بیان کیا ہے۔ ترجمہ ابواب میں جریات تعلیمی ہوتی ہے وہ ایک مسئلہ شرعی ہوتا ہے۔ یہ تو وہ ایمانیات سے متعلق مسئلہ ہوتا ہے یا امالی ظاہر و سے متعلق ہوتا ہے یا افعال باطن سے متعلق ہوتا ہے۔ بہر حال مسئلہ شرعی ضرور ہوتا ہے۔ اور اس ترجمہ ابواب کے نیچے جو حدیثیں آتی ہیں وہ اس مسئلے کی دلیل ہوتی ہیں۔

لیکن یہاں پر علماء یہ نہیں سمجھتے کہ وحی کا آغاز کیسے ہوا اور پہلی حدیث وحی سے متعلق نہیں بلکہ نسبت سے متعلق ہے۔ البتہ اس باب کی اگلی ساری حدیثیں وحی سے متعلق ہیں لیکن پہلی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ اعمال کا دار مدار نبیوں پر ہے۔ اُمر آدمی میں صالح اللہ کی رضا کیلئے کرتا ہے تو وہ اللہ کے لئے ہوگا اور اگر کوئی دنیا کو دھوئے نہیں کرے گا تو وہ دنیا و اموال کے لئے ہوگا، اللہ کے لئے نہیں ہوگا۔ مز پروردگار نے کہا، اللہ کے نزدیک اس کی ذرا برابر قیمت نہیں ہوگی۔

اس حدیث کا تو ترجمہ ابواب سے واقعہ کوئی تعلق نہیں لیکن یہ بات چوں کہ ایسے دن ہے کہ عنوان کوئی فک یا دور حدیث کوئی اور لے کر آئے۔ ایسا معمول ہوتا ہے کہ وہ بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چشم نظر بھی چوں کہ ناسی ہے کہ وہی سوچے اور غور کرے کہ

امام بخاریؒ نے یہیں تحلیل الخدم معنف اس حدیث پر غیر متعقد عنوان مکتوبات میں لایا۔ نور
نمبر نے مکتوبات میں نتیجے پر پہنچے گا کہ اگلی حدیثیں پڑھنے سے پہلے ایک انتہائی ضروری
کار کرنا ضروری ہے کہ اپنی بیویوں کو چھیک کر لو۔ اس طرح نماز میں اللہ کے لئے کر لو کہ غیر اللہ کا
اس میں دخل باقی نہ رہے۔ نہ غلب شریعت اس میں رہے اور نہ غلب دنیا اس میں رہے۔
صرف یہ ریت کرنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حدیثوں پر خواہش کریں گے اور وہ اس تک
نہیں آئیں تو بدلتا نہیں ہے اور یہ سب بڑھ اللہ کی رضا کے لئے کر لو۔

سال کے شروع میں ہی اپنی عیبتیں درست کر لیجئے۔

آج تعلیمی سال کا آغاز ہے۔ ایک طویل سفر شروع ہونے والا ہے۔ نیت و
خبر کر لیجئے تاکہ اس سفر میں اچھے والا جو قدم چھوڑ دینے پر ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا
کا باعث بنے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے یہ ہم حاصل کیا جائے گا تو طالعہ ہم کا جو
وقت آجائے دینے میں لگے گا۔ وہ بھی عبادت اور جو تحیفے کی دینے میں لگے وہ بھی عبادت
ہوگا کیونکہ وہ اس لئے بھیلا رہا ہے تاکہ اس کی صحت نہ ٹیک رہے اور وہ زیادہ نشاط کے
ماتمہ میں رہے تاکہ وہ میں مشغول رہے۔

ہم کی فضیلت کب حاصل ہوگی؟

پھر یہ کہ تمام علماء اور فضلاء نے یہ ایک تقویٰ عبادتوں میں سے سب سے افضل
عبادت میں رہنے کا مشق ہے۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی
اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ اثر پڑھا: وہ کہتا

«بَعْدَ اَرْبَعِ سَاعَةٍ مِنَ اللَّيْلِ تَحْبِبُ مِنَ احْبَابِ خَلْقِهِ»

(ماہنامہ المساجد: کتاب احکام النعمان: ص ۷۰ ج ۱)

”رات کے ایک ٹھٹھے میں حمیرا مشغلہ اختیاء کمرہ ساروق رات کی
مہارت سے اٹھال ہے۔“

حمیرا مشغلہ پڑھنے کا دیر پر جانے کا، تھمرار کا بویا سٹالو کا، ٹھٹھے کا بویا
نصوائے کا، اما، بیٹے کا بویا ملا کر آنے کا، یہ حال میں اس علمی مشغلے میں ایک ٹھٹھے کے
لے لانا پوری رات کی مہارت سے منتظر ہے۔ ”ایک ٹھٹھے پوری رات تھجہ پڑھتا ہے اور آپ
نے صرف ایک ٹھٹھے علمی مشغلے میں کمر لایا تو قرآن کی مہارت میں کی مہارت سے بڑھ
جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہے نہایت تحریک ہو۔“

دو بھوکے بھینچے، حب مال و رجب جاو:

اس موقع پر میں آپ کی توجہ تاجدار و عالم سرور کوئٹہ مشیقاہ کی ایک حدیث
کی طرف دلاتا چاہتا ہوں۔ آپ شیخ الحدیث نے فرمایا:

فَمَا ذِي بَنَانٍ جَانَعَانِ أَوْ سَلَفِي عَنِمْ بِأَفْسَدَتِهَا مِنْ

حَرَصِ الْعَرَبِيِّ عَمَى الْمَالِ وَالنَّسْرِفِ لِلدِّينِ ۝

(اصول نواب اعلیٰ ترقی، جلد ۱۲، ص ۱۵۷)

حدیث کا مضمون یہ ہے کہ دو بھینچے ہوں اور وہ بھی جھوٹے کمرانیوں
تجربوں کے گلے میں پھونک دیا جائے انہوں اور کانے جھٹاس کے گلے میں لپیٹیں۔ یہ چنور
مضبوط دلت میں اپنا دفاع کرتے ہیں۔ جبکہ بڑی ایک سسٹن جاوڑ ہے۔ وہ بھینچے
سے نہ تو زیادہ تیز دولاکتے ہیں اور نہ اس نے اندر اتنی حاکت ہے کہ ان کا مت بڑھ کر نکلے تو
اگر بکریوں کے گلے میں پھونک دیا تو اندازہ کیجئے کہ وہ کبھی چیز چرائیں گے اور پر سے
گلے کو تاجدار و امیں کے۔ فرمایا کہ چنانچہ وہ پھیلاؤں گے۔ یہ تہاؤں کی اس تہاؤں
سے زیادہ دھیس دوتی جو انسان کے دین میں پیچ رہتی ہے۔ حب مال اور رجب جاو کی وجہ

”بعیدہ“ کیوں کہا گیا؟

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ”سیرۃ المصطفیٰ“ میں ایک بڑی اچھی بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا کہ دیکھو قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کی معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا ”سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ“۔ یہاں پر ”رسول“ یا ”نبیہ“ نہیں فرمایا گیا۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے کتنے اور عظیم صفاتی نام ہیں۔ ان میں سے کسی نام کا ذکر نہیں کیا۔ صرف آپ کی ”صفت عبودیت“ کا ذکر کیا۔ آپ کو معراج کی رات اتنا اونچا مقام عطا کیا جو کسی اور نبی کو میسر نہیں ہوا۔ اللہ رب العزت سے ہم کلامی نصیب ہوئی، اور ساتویں آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے۔ اس اعزاز کا ذکر کرتے ہوئے یوں نہیں کیا گیا کہ ہم نے یہ اعزاز اپنے رسول کو دیا یا اپنے نبی کو دیا بلکہ یوں کہا کہ اپنے بندے کو دیا۔ معلوم ہوا کہ اللہ رب العزت کو اپنے بندوں کی صفات میں سے سب سے محبوب صفت ”عبودیت“ ہے۔ اور خادم کا منصب عبودیت کا منصب ہے۔

یہ اخلاص کے راستے کے ڈاکو ہیں:

اور اس منصب کے لئے کوئی جھگڑا نہیں کرنا پڑتا۔ سارے جھگڑے محض ہم جنہ سے آتے ہیں۔ اُمراؤ آج آپ کہیں کوئی جھگڑا دیکھیں گے تو وہاں ان دو بھیڑیوں میں سے کوئی ایک بھیڑیا ضرور نظر آئے گا۔ یا حسبِ جاہ نظر آئے گی یا حسبِ مال نظر آئے گا۔ یا مہدے کا چکر ہوگا یا چندے کا خنجر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان دو فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

بخاری شریف کی پہلی حدیث اس طرف بھی توجہ دلا رہی ہے کہ ان دو بھوکے

ہیں۔ یہ بظاہر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ انہوں نے طبع اعلیٰ میں ہیں۔ ہماری گفتگو کو ناسمجھ سمجھنے والے ہیں۔

حضرت عمارؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریریں کرنے سے منع کیوں کیا؟

حضرت واحدؓ، چدرامۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حسب انتقال ہوا تو یہ روزہ تھا کہ حسب عہد اور دوا نامہ لائق بہ حسب فی تقریۃ انہما ان انہما میں آیا نہ تھا کہ قوت تھا ان جلد تقریر ہوتی، آن فلاں جہت میں خطاب ہوگا وغیرہ۔ اس زمانے میں ہمارا اسلامی تعلق حضرت داؤدؑ عہد انجمنی صاحب عمارؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قائم ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ ہم حضرت انجمنی میں بیٹھے تھے تو فرمانے لگے ”مسعودی رفیع صاحب، مسعودی تقی صاحب! آپ تقریروں میں نہ جایا کریں۔“ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ مجلس سے اٹھنے لگے تو پھر فرمایا ”ہماری آپ تقریروں میں نہ جایا کریں۔“ اس خطے نئے مجلس میں حاضر ہوئے۔ گفتگو کے بعد پھر فرمایا ”آج بھلی! آپ تقریروں میں نہ جایا کریں۔“ بھائی! فرمانی تقریریں نہ کیا کریں۔“ بیٹوں میں نہ جایا کریں۔“

بھائی! کبھو میں نہیں آیا کہ تقریریں روزہ تو اسے ثواب کا کام ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ میں کی اشد اہمیت کا ذریعہ ہے۔ حضرت مجاہد نے کیوں منع کر دیا ہے میں ”خیر“ جس نے منع کر دیا میں جاز تو جھوڑا دیا نہیں حضرت۔ اسے اس نے کی جس بات نہ چاہی۔ قیام کی مجلس میں حاضر ہوئے تو اس میں یہی فرمانہ کہ تقریروں میں نہ جایا کریں۔ پوچھتے تھے پھر یہی بات فرمائی۔

”اگر حسب ہم نے لوگوں سے حدیث کی تو ان کا اصرار شروع ہو گیا۔ ایک مرتبہ حدیث نے اسی طرح فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت! اللہ بہت اصرار کرتے ہیں۔ فرمانہ کہ حسب وہ اصرار کرنے لگیں تو توبہ کیا کرو کہ میں نے منع فرمایا ہے۔ میرا

اور قرب الی ال دیا کرو۔

کبھی کبھی مرید یا پرتو بن جاتی تھی۔ یوں مرید میں نے کبھی نہ دیکھا!
مریدوں والے آئے تھے۔ تقریر کے لئے فرمایا بھائی! وہاں بھی نہ جانا۔

میں نے کسی کے متعلق ایک مضمون لکھا تھا۔ حضرت نے اسے دیکھا اور
بہت پسند فرمایا۔ ایک مرتبہ مولانا تمیز صاحب آئے اور کہا کہ ہڈی کے اندر اقران کے
سنگے پڑ چکے ہیں پاتا ہوں۔ میں نے یہ مضمون انہیں دے دیا۔ حضرت نے وہ مضمون
دیکھ کر فرمایا کہ بھائی! توپ کا انبار میں ایک مضمون پھیلا تھا۔ آپ کا وہ مضمون یہ نہیں
ہے۔ ہے گا۔ ہے۔ آج دو ایک مضمون نہ چھوڑا کریں۔ مجھے توپ بھرا کر حضرت نے تو اس
مضمون کی تعریف کی تھی۔ نہاد میں چسپ آیا تو شراب کیسے ہوتا۔

اسی حال میں کافی عرصہ گزرا۔ ایک دن ہم حضرت کی مجلس میں بیٹھے تھے۔
فرمایا اندر آپ کو اندر تشریف لے گئے ہم بھی ان سے ساتھ اندر گئے۔ حضرت نے بہت
سارے خطوط دکھائے۔ یہ شیخ احمد ریٹ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے خطوط تھے۔ ان ہزاروں کے درمیان ہم دونوں میں ان کے بارے میں ایک اور بہت
جوشیلی تھی۔ اندر تو دیکھ کر ہزاروں کی شہادت کا حضرت شیخ احمد ریٹ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ کے اکٹوں مرید اور فاضل احمد وقیت والے۔ وہ جہاں سے حضرت کو لیا۔ سے ہوا۔
میں نے دیکھا اور جہاں میں یہ بات لکھتے کہ مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ آپ کی
خدمت میں یہ دونوں صاحبزادے ہیں۔ مجھے بڑا اچھا لگا ہے۔ امید ہے کہ آپ ان کی
طرف خاص توجہ فرمائیں گے۔ آپ میں بات کا خیال انہیں کہ انہیں نہ نکالیں ان
میں تہمت پیدا ہو جائے۔ مجھے ان کے بارے میں اہم کا اندیشہ ہے۔ اس کا انداز خیال
انہیں۔

حضرت ذوالحساب یہ سارے خطوط ہمیں دکھانے کے بعد فرماتے تھے کہ

میں نے آپ کو جو تفریہوں سے منع کیا، اس کی وجہ یہ نکلتی ہے۔ ابھی آپ تقریریں نہ فرمیں یہ نہ کہ ابھی آپ کو میری کس بول چال کا جواب دینا ہے۔ خدا کا واسطہ ہے، اگر آپ کو شہ سے کو شوق ہو گیا تو اس کی محنت بکارت بھی جائے گی۔

[illegible]

مدرسوں پر فتنوں کے بادل منڈا رہے ہیں۔

[illegible]

جو دہشت گردی کی تعلیم دینی چاہتی ہے اور وہاں سے جو دہشت گرد تیار ہو رہے ہیں۔ کیا ہم ان سب کے بارے میں پوری مصومات حاصل کر چکے ہیں اور کیا ہم ان کا قتل کر رہے ہیں؟ غالباً ایسا نہیں ہے۔ یہ بھی رپورٹ۔

مجھے یقین ہے کہ ہمارے ان مدرسوں کے اندر بھی امریکی جاسوس موجود ہیں لیکن وہ امریکن نہیں ہوں گے بلکہ پاکستانی مسلمان ہوں گے جو ان کے لئے بھرتی کر رہے ہوں گے۔ یہ جاسوس چھوٹے مدرسوں کے اندر بھی ہوں گے۔ یہ مدرسوں میں بھی ہوں گے اور مسجدوں میں بھی ہوں گے۔

۴۔ راہنشی پلانٹ دشمنوں کو کھلتا ہے:

ابھی حال میں امریکہ نے چار کمر ب ایک عرب دارالحجہ منظور کیا ہے دہشت گردی کے مقابلہ کرنے کے نام سے۔ ایک امریکہ کا پورے سال کا بجٹ ملازمتیں آٹھ لاکھ لاکھ ہوں گے۔ یہ بجٹ اس کے علاوہ ہے۔ چار کمر ب ایک عرب دارالحجہ کا بجٹ صرف بجٹ کے تحت ہے اور یہ بجٹ کسی سے ہوئے مسلمانوں سے ہے بلکہ مسلمانوں کی حالت کے مرتبوں سے ہے۔ ہمارے ان پلانٹ سے ہے۔ ہمارا ان پلانٹ ان کی آنکھوں میں کھلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے ہمارے ان پلانٹ میں مسلمانوں نے پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے پوری امت مسلمہ پر فرض تھا کہ ان کے مقابلے میں انتہا جم تیار کرے۔ "وَأَجِدُ وَالْقُتْلَ مَا مَنَعَكُمْ" کا یہ بیجا تھا اور ختم تھا۔ ہمارے ان پلانٹ میں مسلمانوں نے پورا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں دینی غلات عطا فرمائے۔ انہوں نے مسلمانوں کے سامنے سے بلند کر دیا ہے۔ یہ انہی پر آمرانہ ان کو کھلتا ہے۔

اس وقت انہیں ایران اور شام کی بھی فکر ہے لیکن یاد رکھئے اصل حریف اور

اصل لکھنا ہے کہ میں تو خدا کا بندہ ہوں۔ یہ کہ میں بن اور کسی کے پاس نہیں۔ اور وہ بھی تو ہے کہ ایک جذبہ اور دین کے لئے سب کچھ جان کر لے گا ایک بے کاب جذبہ جو یہ نتائج کے مسلمانوں میں ہے، وہ کہیں اٹھائی نہیں دیتا اور یہ جذبہ پیدا کرنے والے یہ دینی علماء ہیں۔ اس لئے ان کی نگاہوں میں ہم آئے ہوئے ہیں۔

اسب کرنا کیا ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ نرنا یہ ہے "اس کا جواب قرآن مجید میں موجود ہے۔ وہ

یہ کہ

﴿إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُخْلِفْ عَلَيْكُمْ أُمَمًا مُّؤْمِنَةً﴾

(سورہ بقرہ - ۲۱)

"اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم ہمہ گیر کرے گا۔"

اگر ہم اللہ کے دین کی مدد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے گا۔ اللہ کے لئے دین کی مدد کا راستہ یہ ہے کہ دو محنت کر لیں گے ساتھ ساتھ ہیں۔ تقویٰ اور اخلاص کے ساتھ ساتھ ہیں۔ انہیں محنت کا اجر ملے گا۔ دینی کے ہر شعبہ میں محنت کی پیروی کریں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت آئے گی۔

مسواک کرنے سے قلعہ فتح ہو گیا:

یہ واقعہ آپ نے سنا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایک عربی ایک قلعہ فتح نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا حکم دیا کہ جو جتنی قومیں ہوں ان کی قلعہ۔ وہ سب اختیار کر میں لیکن پھر ان کی یہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا۔ اس

انہو سنوں میں فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں نکلے کہ غور کرو کہ کوئی حالت ایسی ہے جو تم سب نے چھوڑ رکھی ہے۔ جب اس کا علم ہو جائے تو سب اس حالت پر عمل کرو۔ پھر بعدِ نبوی کی نصرت آنے لگی۔

امیرِ لشکر نے یہ دیکھا کہ کو پڑھ کر نہ پایا۔ غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ بیتِ قریبہ سنوں پر عمل ہو رہا ہے۔ بہت بہت عرصے سے سب نے سواک نہیں کیا۔ امیرِ لشکر نے تمام مجاہدین کو سواک کرنے کا حکم دیا۔ پورے لشکر نے سواک کی۔ قلعہ اسی دن فتح ہو گیا۔

یاد رکھئے! وہی فتح و نصرت رسول اللہ ﷺ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر ہم ان کی سنتوں کا اتباع کرتے رہیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ ہم مفتوح اور مغلوب نہیں ہوں گے اور اس جماعت میں شامل رہیں گے جن کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا تھا

هَذَا نَسْرُ اللَّهِ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرُونَ عَلَى الْخَلْقِ لَا تَضُرُّهُمْ مِّنْ خِلَافَتِهِمْ نَبِيٌّ (صحیح مسلم، باب ۱۱۱۱)

”میرے امت کی جماعت ایسا ہمیشہ حق پر قائم رہے گی ان کو چھوڑنے والا اور رسوا کرنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔“

ہمیں کوئی مٹا نہیں سکتا گا۔ ہم اگر تمہیں سے تو اپنی بدامانیوں کی وجہ سے نہیں گئے۔ ان کو بھیڑیوں کے گھائے سے منہ کئے۔ جب مال کا قتلہ آنے کا قریب چاہیے۔ جب جاہ کا قتلہ آنے کا قریب چاہیے۔ نیانِ قرآن دونوں بھیڑیوں سے بچے رہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا اتباع زندگی کے ہر شعبے میں کیا تو کوئی ان کا وبال نہ ہو سکتا۔ ہمارا ”قال اللہ قال رسول اللہ“ کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ہم دین کی خدمت کرتے رہیں گے۔ ان کے لئے مروت رہیں گے، بائیس رہیں گے۔

”اتحاد سنت“ کا عادی بنانے کا کیا مطلب ہے؟

ایک بات یاد رکھئے، جب ہم یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرو تو اس وقت ہمارے ذہنوں میں کچھ شکوک آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ: دھرم رکھنا، سنت اور کچھ پابند پھنوس مسجد میں جانا تو ایسا ہی ذوق اندر رکھنا اور یہ دعا پڑھنا۔ لہذا تو ایسا پابند پہلے نہ کرنا اور غلامی دعا پڑھنا۔ بلاشبہ یہ سب شکوک ہیں اور بہت اہم شکوک ہیں لیکن ہمارا ذہن اس بات کی طرف نہیں جاتا کہ جب ہم ”سنت“ کا لفظ دیتے ہیں تو اس سے یہ پوری صحیح بخاری مراد ہوتی ہے جو کہ صحاح و حقائق سے بھی متعلق ہے۔ میںاں بخاری کے تعلقات سے بھی متعلق ہے، رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات سے بھی متعلق ہے، شہر کی زندگی سے بھی متعلق ہے اور حکومت سے بھی۔ غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہے۔ اپنے آپ کو اتحاد سنت کا عادی بنانے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔

”حب مال“ کی ایک خطرناک صورت:

”حب مال“ کے حسیسے میں ایک اور بات عرض کروں۔ وہ یہ کہ ہم نے مدارس میں الحمد للہ بہت بڑی تعداد ایسے طلبہ کی ہے، جن کی کفالت ہمارے مدارس کرتے ہیں اور خاتم ہے کہ زکوٰۃ اور صدقات کی رقوم سے کرتے ہیں تو جو طلبہ واقعی مصروف زکوٰۃ ہیں ان کے لئے یہ مال حلال ہے لیکن وہ طلبہ زکوٰۃ کا مصروف نہیں ہیں ان کے لئے زکوٰۃ کا مال حرام ہے۔ ہمارے مدارس میں بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ طلبہ مدارس میں زکوٰۃ کو استعمال کرتے کرتے اتنے عادی ہو جاتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ انہیں اس دینا ہے کہ وہ مصروف زکوٰۃ نہیں رہتے، کچھ بھی وہ زکوٰۃ کا مال لیتے رہتے ہیں۔

کے ساتھ چلتا۔ بہت ضروری ہے۔

میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ حدیث سنی کہ
 مَا مَالٌ لَطَبَ الزَّكْوَةُ مَا لَا قَطَّ إِلَّا أَهْلَكَتُهُ

(مسند: آداب غزالی، ج ۱، ص ۱۰۳)

”زکوٰۃ کا مال نہیں مٹاؤں گا اسے بلکہ اگر اسے چھوڑ دیتا ہوں“

والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ
 اس کی دوسری صورتیں ہیں۔

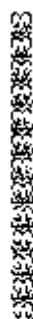
ایک صورت تو یہ ہے کہ میرے ہاں پر زکوٰۃ فرض تھی۔ میں نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو
 اس کا مطلب یہ ہوا کہ زکوٰۃ کا مال میرے ہاں ماند مال کے ساتھ چل کر اسے تباہ کر کے
 پھوڑنے لگا۔ یعنی مال کے اندر بے برائی آئے گی۔ بیماریوں، مصیبتوں اور ناگہانی آفات
 پر انھوں کو روپے خرچ ہو جائیں گے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ شخص کے پاس اتنا مال تھا کہ اس کے لئے زکوٰۃ
 لینا جائز نہیں تھا، پھر بھی اس نے زکوٰۃ لے لی تو ہوا میں پھٹنے سے اس کے پاس موجود تھا،
 زکوٰۃ کا مال اسے بھی تباہ کر کے پھوڑ دے گا۔ اس لئے زکوٰۃ کے معاملے میں بہت احتیاط
 کی ضرورت ہے۔

مدارس کے مال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مدارس کے انتظامیوں اور تلمیذین کو بھی مدارس کے مال میں بہت
 احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ یہ بڑی مقدس اشیاء ہوتی ہیں۔ ان کے استعمال میں اگر
 کوئی غلطی ہو جائے تو وہاں فحاشی ہو سکتی ہے۔

میں آپ سے جانتا ہوں کہ جس دن سے مدارس کا انتظام میرے سپرد ہوا



اچھایا بُرا طریقہ جاری کرنے کے
اثرات و نتائج



مقدمہ: جہاد کا طریقہ کار دینی ہے نہ لے، شریعت کا مان

مطالعہ: سیدنا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام

پانچویں باب: جہاد اور اسلام کے بارے میں

جہاد کا مفہوم: جہاد کا مفہوم

جہاد کا مفہوم: جہاد کا مفہوم

جہاد کا مفہوم: جہاد کا مفہوم

اچھایا برا طریقہ جاری کرنے کے اثرات و نتائج

خطبہ مستنوی:

الحمد لله محمدہ و نستعينه و نستغفره و نؤمن به
و نعوذ بآله من شرور أنفسنا و من
سبائت أعمالنا من يهده الله فلا مضى له و من يضلله
فلا هادي له و يشهد أن لا إله إلا الله وحده
لا شريك له و يشهد أن سيدنا و سادنا و مولانا
محمداً عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على
آله و صحبه اجمعين و سلم تسليماً كثيراً

الما بعد:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم . بسم الله الرحمن
الرحيم .

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

مَرَقَةُ اَعْلَىٰ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا ﴿۱۰۸﴾

کتاب کا تعارف:

یہ کتاب جسے ہم پروردگار کو صبر کے بعد پڑھتے ہیں اور اس پر مختصر خطاب ہوتا ہے علامہ نووی نے اسے مشہور کتاب ہے۔ اس کا نام ہے: ریاض الصالحین۔ ریاض کے معنی ہیں بہانے۔ ”الصالحین“ نیک آدمیوں کو کہتے ہیں۔ قرآن و احادیث کے احکام کا مطلب ہو نیک آدمیوں کے بہانے۔

جس طرح ریاض میں پھل اور پتوں ہوتے ہیں۔ اسی کا الفاظ سے وراثت میں زینت ہونے چاہئے اور پتوں میں اسی کو جی پالنا تو قرآن و احادیث میں ملتا ہے۔ اسی طرح یہ کتاب نیک لوگوں کے لئے ہے۔ اسی طرح ہے۔ اس میں دوسرے عقیدہ شیطان کی اجابت سے منع کیا گیا ہے۔ نہ بچوں سے بد رفتاری چلیز رہی ہیں۔ اس میں علامہ نووی نے اسی ایسی احادیث جمع کی ہیں جو ہماری روزمرہ کی زندگی سے متعلق ہیں تو کیا صالحین کا سب چاہیں احادیث کے ان بابوں میں ہا کر پھلوں اور پتوں سے بہت زیادہ قیمتی احادیث ہیں اور ان پر عمل کر کے اپنی زندگی کو حسین اور راحت بخش بنا سکتے ہیں۔

باب کا تعارف:

تو یہ ہم جس باب دُعا شروع کرتے ہیں۔ اس کا نام ہے ”صَلَاتُ مَنْ مَسَّ مَسَةً“۔ صلاتُ مَنْ مَسَّ مَسَةً کے بارے میں مولوی اچھا ریاض جاری کر رہے ہیں۔ یہ برا طریقہ جاری کر رہے ہیں اس باب کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا طریقہ چوری کرے جو صحیح ہو مثلاً اس نے خود کوئی ایسا عمل کیا اور وہ اس لوگوں کے لئے دیکھ کر وہ

مطلیٰ نمران شروع کر دیا اس نے دوسروں کو اچھا کام کرنے کی دعوت دی اور لوگوں نے اس پر عمل شروع کر دیا، تو اب جتنے لوگ اس پر عمل کرتے جا نہیں سکے۔ ان عمل کرنے والوں کو جتنا ثواب ملے گا اتنا ہی ثواب ان جنس کو بھی ملنا پڑے گا، جس نے یہ طریقہ جاری کیا تھا۔

اور جس کے برعکس بھی یہی معاملہ ہے یعنی اگر کسی نے کوئی برا عمل جاری کر دیا تو جتنے لوگ اس غلط طریقے پر عمل کرتے رہیں گے، ان سب کو بھی اس کا ثواب ہوگا اور جتنا ثواب ان کو ہوگا اتنا ثواب اس غلط طریقہ جاری کرنے والے کو بھی ہوگا۔

اللہ کے نیک بندوں کی ایک خاص دعا:

یہ دعا ایسی سنتے میں ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہ دعا نقل کی ہے جو قرآن مجید میں جہاد الخیر (اللہ کے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے ذکر کی گئی ہے)۔

آیت یہ ہے

وَالْمُذْنبِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيًّا نَحْنُ

قَرُّ ذُرِّيَّتِهِمْ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿۱۰۰﴾ (النور)

”اللہ کے نیک بندوں کی نیکی سخت یہ ہے کہ (اور یہ دعا کرتے

رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو جو دینی زوجوں اور بھائی

عمران سے تو انھوں نے تھوڑے بھائی بنانا اور ہم و مستحقوں کا سربراہ

بنانا ہے۔“

یہاں ”ازواج“ کا لغوی معنی ”بھائی“ ہے جو کہ ”زوج“ کی جمع ہے اور زوج

شوہر کو بھی کہتے ہیں اور دینی کو بھی کہتے ہیں۔ ”جوڑا“ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

پریشانی کا ذکر کرتے ہیں، اپنی لڑکیوں یا لڑکوں کے لئے اچھے رشتوں کے طلب گار بناتے ہیں، میں انہیں کہتا ہوں کہ یہ دعا پڑھا کر لیں۔ کوئی بیماری کا ذکر کرتا ہے کہ وہ دیرینہ رہتا ہے، بیماری بیوی بیماری رہتی ہے، میں انہیں بھی کہتا ہوں کہ یہ دعا پڑھا کر لیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہمارے بیٹے کو روزگار نہیں ملتا، تنگدستی ہے، اس کے لئے بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ دعا پڑھا کر لیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات خراب ہیں، اولاد افزاں ہے تو اس کے لئے بھی یہی دعا پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں کیونکہ میاں بیوی اور اولاد و ماں باپ کے درمیان اچھے تعلقات پیدا کرنے کیلئے یہ انتہائی جامع دعا ہے۔ اگرچہ اس آیت میں عبد الرحمن کی صفات بیان کر کے وقت یہ فرمایا گیا ہے کہ وہ یہ دعا کرتے ہیں نہیں درحقیقت ہم سب سے یہ کہہ لیا کہ تم یہ دعا مانگا کرو۔

دُعا کا دوسرا حصہ:

اس دعا کا دوسرا حصہ یہ ہے

وَاَجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا مَّا جَاءَ

”اور ہم کو متقی لوگوں کا پیشوا بنادے۔“

یعنی جتنے ہمارے چھوٹے ہیں مثلاً اولاد، بے یا اولاد کی اولاد، بے یا چھوٹے بہن بھائی ہیں یا چھوٹے رشتے دار ہیں یا شاگرد ہیں یا مرید ہیں یا معتقہ ہیں یا یہ ہمارے پیچھے نماز پڑھنے والے ہیں، یہ سب کے سب وہ لوگ جن کے ہم کسی نہ کسی درجے میں پیشوا ہیں۔ تو اس دعا کا اصل یہ ہے کہ اے اللہ! جتنے ہمارے چھوٹے ہیں ان سب کو متقی بنادے، ان کو سناہوں سے بچنے والا بنادے۔

اس دعا سے شاہی بھی ہوگی اور اوالا و بھئی ہوگی انشاء اللہ:

جہن قوموں کی شاہیاں نہیں ہوئیں، وہ یہ سوچی رہے ہوں گے کہ ابھی تو جہری

شادی نہیں ہوتی، اور۔۔۔ یعنی بچے نہیں ہیں تو یہ دعا، نکلنے کا نہیں تھی! مدد ہوگا، بہ تو شادی شدہ لوگوں کے لئے ہے۔ نہیں، یہی بات نہیں ہے بلکہ یہ شادی شدہ لوگوں کے لئے ہے۔ چاہے کتنے ہیں۔ اگر انہی شادی نہیں ہوئی تو اللہ، اللہ، اللہ! مدد شادی ہوئی۔ بلکہ عمر گزارنے سے معصوم ہو جائے گا۔ اس میں شادی کی دعا بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ شادی کی طرف سے تقویٰ اس وقت مایوس ہوئی جب شادی ہوئی تو کوہِ یوسفہ شادی کی دعا بھی مخلص بن گیا۔ شادی نے مخلص کو حوالہ دئی رہا ابھی مطمئن ہے۔ اب یہ دعا میں ہے۔ شادی ہوئی اور شادی نے بعد، ابھی ملے گی۔ ایذا شادی شدہ لوگوں یا غیر شادی شدہ سب کے لئے یہ بہترین دعا ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس باب میں ان دعاؤں کے آخری حصے کو اس طرح سے قرار دیا ہے کہ ان میں یہ لکھا گیا ہے کہ۔۔۔ اللہ! ہمیں تقویٰ دے، ہمیں کامیاب اور متقا دے۔

مقتدی لوگوں کا اہم مسئلہ کا کیا فائدہ؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ پہلے سے مقتدی ہیں ان کا اہم اور بنیادی مسئلہ کیا ہے؟ ہمیں یہ فائدہ دینا چاہیے کہ تو تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں سے پہلے کا وہ مسئلہ کا ہمیں کیا ہے جو علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کیا ہے جس کا ہمیں بھی بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ وہ یہ کہ جب ہماری بات ماننے والے لوگ۔۔۔ ماننے سے متفق ہیں، تو اسے پھیلے، اور اسے شہر، اور ہماری اہل، ہماری مسجد سے تقویٰ نہیں کے تو تقویٰ کا یہ ثواب انہیں ملے گا، وہ ہمیں بھی ملے گا۔

تو دعا کے اس حصے کا حاصل یہ نکلا کہ اب آپ اپنی اپنی اچھ کام کرتے ہیں جس پر دوسرے کو بھی ملے گا۔ ہوتے ہیں تو جتنا ثواب تمہیں ملے گا وہی دوسرے کا مالک بھی ثواب

ہے لیکن عربی زبان میں امام صرف اس کو نہیں کہتے جو نماز پڑھائے بلکہ قیادت کرنے والے چھوٹے اور بڑے ٹھکانے کو انہیں کی بات دوسرے لوگ مانیں یا اس کو نیکو دوسرے لوگ بھی مانیں۔ ایسے ٹھکانے کو امام کہتے ہیں۔ نیز مسلمانوں کا عام اپنی ریوت کا امام ہے، استاد کے مقرر اس کا امام ہے، باپ اپنی اولاد کا امام ہے۔ لہذا ہر گھرانہ و گروہ کا امام ہے، اگرچہ اپنے ماتحتوں کا امام ہے، نیز ابھرنی چھوٹے مسکن بھائیوں کا امام ہے وغیرہ۔ ہر وہ شخص جو دوسرے کو جس کے چھوٹے مسکن کی بات ماننے میں پروردگار تعالیٰ نے قیادت کرتے ہیں۔

تو اس آیت میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ ہم میں سے جو جو شخص بھی امام ہے، اس کو چاہیے کہ اپنے ماتحتوں کو قیادت بنانے کی کوشش نہ کرے۔ چنانچہ وہ تقویٰ و تقیہ کرے اس کے اور اس پر جتنا حق و ثواب ہے، خداوند تعالیٰ کو اتنی ہی ثواب ملے گا۔ اور یہی بات اس دہ میں بیان کرنا مقصود ہے۔

ایک اور واقعہ:

یہ سلیطہ میں آیا۔ اور واقعہ یہاں بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم ایک مرد عربی کے ابتدائی حصے میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے۔ آپ نے اس کو چوکے آگے جہیز کے قہر و قاف کی حالت میں تھیں اپنی شرمناک و کوچہ پالنے کے لئے ان کے پاس کوئی دیکھا کرتا نہیں تھا کہ جسے وہ ترجمان کے طور پر استعمال کر سکیں البتہ کافی سفید و عذاروں والا کوئی بچہ تھا جسے انہوں نے بچہ میں سے سہارا کر کے اوپر سر سے یا نیچے ہاتھوں سے لٹکا کر رکھا تھا۔ اسے ہاتھ دیا تھا، جس سے ان کی شرمناک و عذار چھپ رہی تھی۔ صرف اتنا

کپڑاؤں کے پاس تھا۔ اس کے علاوہ ان کی چند لیاں اور سینہ کھلا ہوا تھا۔ کپڑوں کی اتنی کمی تھی کہ پورے جسم پر پسینے کیلئے کپڑا تو کیا ہوتا، کوئی تھینہ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ جس سے بچہ حصہ اچھی طرح چھپا سکتے۔ مجبوراً انہوں نے تھینہ کی ضرورت کو ایک مجھوٹے سے کپڑے کے ذریعے چھپا لیا کہ اس میں سوراخ کر کے ناف سے باندھ لیا تھا۔

اسلامواریس انہوں نے گھلے میں ڈال دی تھی۔ عرب میں تھوڑی سیسے پائس رکھنے کا رواج تھا جیسے آٹن کل ہمارے قبائلی علاقے کے لوگوں کا حال ہے کہ کچھ کھانے پینے کے لئے پاس ہو یا تو بوئیکس بدن کے ساتھ پستول یا اس جیسا کوئی جھنجھڑ ضرور ہوتا ہے۔

یہ سب لوگ قبیلہ مسفر سے تعلق رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی یہ زبوں حالی اور انتہائی درجے کا فقر و فاقہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ پس آپ محمد شریف نے گئے، پھر بابر شریف لائے، نماز کا وقت ہو چکا تھا، آپ نے بالی رشتی اللہ تعالیٰ عز و کو نازاں دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی، اقامت ہوئی، آپ نے نماز پڑھائی، اس کے بعد آپ نے خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ دَقِيقًا ۙ (سورۃ نساء: آیت نمبر ۱)

یہ وہی آیت ہے جو خطبہ نکاح میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ آیت شہر ہو رہی ہے، ان اللہ کان علیکم دقیقاً۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر سمجھا رہا ہے، تمہاری غیبی کرامت بتا رہا ہے، تم سے غافل نہیں۔

دوسری آیت یہ پڑھی:

کہیں وہی ڈھیری... دوسری کھائی کی اجیری۔ حضرت بربر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ نور خوشی سے گل اٹھایا ہے معلوم ہوا جیسے آپ کے چہرے پر سونے کا پانی پھیلا دیا گیا ہو۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

عَمَّنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سَنَةً خَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ
عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجُورِهِمْ
شَيْئًا ۝

(مسلم، کتاب الترمذ، باب الدعوات على الصدقات ولو بسبب امرء)

اب کتبہ طیبہ وایا حجاب من الباری

”جو شخص اسلام کے اندر کوئی ایسا طریقہ پڑھ کر لے تو اس کا ثواب اس کو تو ملے ہی گا۔ اور جو لوگ اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کریں گے، ان کا ثواب بھی اس کو ملے گا نیکیوں میں نرسنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔“

دیکھئے! یہاں پر سب سے پہلے اسی نیا کام کا آغاز اس انصاری صحابی نے کیا جن سے وہ مال اٹھ نہیں رہا تھا۔ جسے وہ خود آراغھنور شیخ پتہ کی خدمت میں لایا تھا۔ جب انہوں نے ابتداء کی تو ان کے دیکھ دیکھی دوسرے لوگ بھی اس کا شروع ہو گئے۔ گویا اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے اس صحابی کو بتا دیا کہ تمہارے دیکھا دیکھی جنیوں نے حدیث جمع فرمایا، ان سب کے برابر تمہیں ثواب ملے گا۔ اور خود رسول اللہ ﷺ کو ملتا ثواب ملے گا۔ ”وہ انصاری صحابی جو سب سے پہلے آئے تھے، وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے لئے آئے۔“ تھے تو سارے صحابہ اور اس اللہ کی صحابی مرنے والے ثواب سے بقدر رسول اللہ ﷺ کو ثواب ملا۔

برائی پھیلانے والے کا انجام :

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا :
 هَذَا مَنْ مَنَّ فِي الْإِسْلَامِ مَنَّةً سَبِيئَةً ، تَخَافُ عَلَيْهِ وَرَزَقَهَا
 وَرَزَقَ مَنْ عَمِلَ بِهِ مِنْ سَعْدٍ مِنْ غَيْرِ أَكْثَرُ يُفْقَضُ مِنْ
 تَوَارِثِهِمْ شَيْئٌ ۝ ۵

”اور جو شخص برا طریقہ جاری کرے تو اسے اس کا ثناء دے گا اور ان
 لوگوں کے لئے جو اسے اپنی قوم پر بھیجیں گے پانے کا جو اس کے بعد اس
 پر سے طریقہ پر عمل کریں گے پھر اس کے عمل کرنے والوں کے
 ثناء میں کمی ہوگا۔“

تو جس طرح خبی پھیلائے والے کو خلی کرنے والوں کے عمل کا ثواب ملتا
 ہے۔ اسی طرح اگر کوئی برائی پھیلائے گا تو اسے تمام برائی کرنے والوں کی برائی ہے،
 بعد از مرگ ملے گا کیونکہ وہ ذریعہ بنتا ہے دوسروں کے لئے نیکی یا گناہ پر عمل کرنے کا۔

ایک حدیث میں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ”جو شخص بھی
 سب سے پہلے قتل ہوتا ہے تو قاتل وہ تو اس کا گناہ جتنا ہے لیکن اس کے ساتھ اسے ملے اسلام کے
 بیٹے قاتل کو بھی اس کا گناہ ہوتا ہے کیونکہ سب گناہ قتل کرنے کا طریقہ اس نے جاری کیا
 تھا۔“

یہ بڑی عظیم الشان بات ہے اور اس بارے میں بہت ذرا لکھی گئی ہے۔
 اگر کوئی پورے نیچے کوئی گناہ کرے تو وہ ایک گناہ ہے لیکن اگر کوئی ۱۰۰۰ سالوں میں گناہ
 کرے کہ اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی ان گناہ سے نہیں تو گناہ بڑا بڑا ہو جائے گا۔
 وہ لوگ جن کے گناہ کچھ نہ تھے، تحت میں ان کے لئے اس میں ایسا ہی ہے کہ وہ کوئی ایسا

کا م نہ کریں جس سے ان کے چھوٹوں کو کوئی غلط فہمی نہ ہو۔

والدین سے ہونے والی ایک عام بے احتیاطی :

بعض والدین بے احتیاطی کرتے ہیں اور چھوٹے بچوں کے سامنے کوئی ایسا کام کر دیتے ہیں۔ جس سے ان کے ذہنوں پر غلط فہمیاں نکلتی ہیں۔ وہ یہ سمجھ رتے ہوتے ہیں کہ یہ چھوٹا بچہ ہے، نادان ہے اسے کیا خواہش ہوگی کہ چھوٹے بچہ اگر چاہا تو دوتا ہے لیکن اس کے تحت الشعور میں وہ ساری باتیں جمع ہوتی رہتی ہیں جو اس نے سنی یا دیکھی ہوئی ہیں اور جب وہ بڑا ہوتا ہے تو وہ ساری باتیں اس کو یاد آجاتی ہیں۔

بعض بچہ اپنے بچوں سے جھوٹ بولتے ہیں مثلاً: یہ دروازہ ہے۔ یہ کوئی آدمی۔ چہ دروازے پر کیا، ایسی آنکر والد سے کہو کہ اب جان! فحواں صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔ اباجان اب اب میں کہتے ہیں کہ ان سے کہو کہ والد صاحب گھر پر نہیں ہیں۔ جب آپ نے ایک جھوٹ بولا دیا تو انہی سے اس کو یہ سبق مل جائے گا کہ جھوٹ بولنا کوئی بری بات نہیں۔ نتیجہ یہ کہ وہ گھر پر جھوٹ بولتا رہے گا اور گھر پر جھوٹ بولے گا۔ اس کا گنہ و قاپ نے ہمارے اعمال میں جمع ہوتا رہے گا۔ یہ سختی خیر نہ کہ بات ہے۔

آج کے بچہ کا ہر عمل یہ ہے کہ جتنا بولے بھلائی، مانے کو پھیلائے اور بھلا بد کے بدائی پھیلائے۔ نتیجہ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے گا۔ (امین)

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین O



ظلم کے مختلف صورتیں

۱- عنوان: نظریات مختلف سہولتیں
 ۲- موضوع: یہ کتاب مختلف ترسیل و شمع و شمع
 ۳- مصنف: ڈاکٹر محمد ہاشم علی
 ۴- سال: ۱۳۹۹ھ
 ۵- جلد: ۱
 ۶- قیمت: ۱۰۰ روپے

خطبہ کا نام کی مختلف صورتیں

اس قرار میں خطاب میں علم کے ان صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ جن کی صرف عام طور پر لوگوں کا ذہن نہیں جا سکتا بلکہ انہیں ظاہر بھی نہیں جاتا۔

خطبہ مسنونہ:

الحمد لله وحده و نستعينه و نستغفره و نعوذ بالله من ضرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضى له و من يضلله فلا هادي له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و يشهد ان سيدنا و سندنا و مولانا محمداً عبداً و رسوله صلى الله تعالى عليه و على آله و صحبه اجمعين و سلم تسليماً كثيراً

بعد:

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من كتاب عبده مظلوماً لا حبه

قیامت کے روز ظلم کا بدلہ دیا جائے گا:

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر ظلم کیا خواہ یہ ظلم اس کی عزت سے متعلق تھا یا کسی بھی اور چیز سے متعلق تھا تو قیامت کے روز اس کا بدلہ چکا کر دیا جائے گا۔ اگر ظلم کرنے والے پاس نیکیاں ہوں گی تو وہ نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی ورنہ مظلوم کے جنازہ اس کے سر پر لاد دیا جائے گا۔

"بیس عرصے" سے مراد وہ عرصہ ہے جو دوسرے مسلمان کی عزت و آبرو سے متعلق ہو مثلاً کسی مسلمان کی بے عزتی کر دی، کسی کی آبروٹ لی، کسی کی غیرت کر دی، کسی پر بہتان لگا دیا، کسی کو گالی دے دی، کسی کو ناحق اذیت دیا یا اس کو کسی کے سامنے ذلیل و رسوا کیا وغیرہ۔

"اوبن شین" سے مراد یہ ہے کہ وہ ظلم جو کسی اور چیز سے متعلق ہو مثلاً کسی کی قرعہ لٹ لی، تھیلی بھجی دی، تھپڑ مار دیا، کسی اور ذریعے سے تکلیف پہنچا دی۔

ظلم کی مختلف صورتیں:

آج کل لوگوں نے غلط فہمی پھیلانے کے لیے شہر و سرے اختیار کر رکھے ہیں اور ان میں سے اکثر طریقے ایسے ہیں، جن کی صرف عام طور پر لوگوں کا ذہن نہیں جانتا کیونکہ عام طور پر جب ظلم کا مصداق بہت محدود سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ نہیں۔

غیبت:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے اندر "غیبت" کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ غیبت کو تو خدا سمجھتے ہی نہیں۔ کوئی شراب پی لے تو اس کا چہرہ ہوتا ہے کہ لہجوں

شرابی ہے، کوئی نرم کاری کرے تو وہ بھی اُن کی بچہ کاٹنے اور دوہرنے بھی اسے روکتا رہے۔
 قصداً اسے میں کہہ رہا ہوں، لیکن اس سے بڑا کلمہ "تجربہ" اسے اور متح سے لے کر شمار
 تک قطعی معجزہ کرچکے ہیں لیکن اس کے لادہ ہونے اور ظلم ہونے کی طرف اس میں ہی نہیں
 جاتا۔

لیکن اس کی شخص شراب پینا چاہے تو اس سے کہیں یہ کام کرنا آسان نہیں، ہزار
 چار سو روپے کی پانی کی بجائے ملتی نہیں، قصداً یہ سناؤں میں میں تو خریدنے بھی آسان نہیں۔
 پوری پیسہ خریدنے کا پتہ ہے، پوری چھپے ہوئے کا نہیں، ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ
 انہوں نے وہاں کس کس کے اور کون کون سے چھپے ہوئے یا پھر بچے کے ادا نہیں کئے۔ وہ بوند کس
 وارے رہے ہیں اپنی اپنی، شراب پانی کی اس سے دوہربہ کیا تو اس کا نام "شرابی"
 پڑھ لیا، جہاں سے سُنا رہا ہے، بچے کے پتہ دار سے اور شرابی شرابی کیسے پکارتے۔ تو اس
 سے بھی تو یہ کہہ کر لی جوتی کہ وہ بھی ایسی شخص نہیں، انہوں نے اس طرح انہوں کی شخص
 بہتاری نہ چاہے تو وہ بھی آسان نہیں بہت مشکل ہے۔

لیکن یہ عجیب ہے کہ انہوں نے آسان کی ذرا سی زبان ہے، وہ یہ کہہ کر دوپٹا تپا رہا
 ہے، لیکن یہ وہاں کی وہی ایسا کہ حقوق اور اس کے تعلق۔ اور قوت مجھے میں اس پر ہم
 حقیقی مراد جوتی کے کوشش کو دے دے کہ اس کے سے تپوہ وئی ہے۔ نہیں یہ کہہ کر دوپٹا
 ایسا ہی جوتی ہے وہ اپنے بھائی کے ظلم کر رہا ہے۔

تجربہ کی تجربہ یہ ہے

۱۔ دیکھو کہ اس کا کیا معاملہ ہو گا۔

"تم اپنے مسلمان بھائی کا گھر اس انداز سے سمجھو جس کو وہ

پہلے نہیں کرتا۔"

تو اسے انداز اس طرح کی اور بھی بہت عداوتیں پڑی ہوئی ہیں۔ مثلاً وہی شخص

ہاؤس سے معذور ہے، شغل انگریز چلے ہے تو اس کو سہ دیا۔ "ننگر" نامی کا ہاتھ فوت کیا تو اس کو
 "کیر" دیا "ننگر" نامی چلے ہے شغل انگریز چلے ہے تو اس کو سہ دیا۔ "ننگر" نامی چلے ہے شغل انگریز چلے ہے تو اس کو سہ دیا۔
 کب چلے وہ یہ نہ اٹھے گا۔ "ننگر" نامی چلے ہے شغل انگریز چلے ہے تو اس کو سہ دیا۔ "ننگر" نامی چلے ہے شغل انگریز چلے ہے تو اس کو سہ دیا۔
 ننگر کہتا ہے تو یہ سنا اور مجھے کو اور کئی چیزیں سے جو غلطی تھی۔

وہابی کی آراء پر:

اُن مینے چاہئے ہوئے تو نصرت ہے اور اگر سامنے ہونے تو ہیبت تو نہیں ہے لیکن
"اگر تو آدمی" تو ہے اور اسی مسلمان کا دل اُٹھانا بھی ناجائز ہے اور یہ بھی علم کی ایک قسم
ہے۔ لیکن کتنا ظلم اس طریقے سے ہو رہا ہے۔

فلسفۂ انجمنوں پر قبضہ:

[illegible]

شریعت نے تھوڑی دیر تک مسلمانوں کا راستہ روکنا گوارا نہیں کیا:

دیکھئے! شریعت کا اصل حکم یہ ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی اجازت نہیں، بکروہ تحریمی ہے۔ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی مختلف صورتیں ہیں، وہ سب صورتیں تحریمہ ہیں لیکن فقہاء کرام نے قائل کیا کہ مسجد سے دیر نماز پڑھنے کی جگہ اگر ایسی ہے کہ وہاں نماز جنازہ پڑھنے سے قائلوں کا راستہ رکے گا تو ایسی صورت میں مسجد میں نماز پڑھ لو۔ لیکن قائلوں کا راستہ مت رکھو۔ دیکھئے! شریعت نے قائلوں کے راستے اور ان کی گرفتار کا لڑکھا احترام کیا ہے کہ ان کے راستے کو کھلا رکھتے کیلئے اپنے قائلوں بدل دیا تاکہ نماز پڑھنے میں دیر نہ لگے۔ مصلحت نے اور نماز جنازہ پڑھنے میں چار پانچ منٹ کتنے دنوں کے دشواریت نے مسلمانوں کے راستے کو چار پانچ منٹ سینے رکھنے کو بھی روک دیا۔ کیا اور اپنے قائلوں میں تبدیلی کر دی۔

اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے آیہ مرتبہ فرمایا کہ تم لعنت کی چیزوں سے بچو۔ اور وہ یہ ہیں کہ لوگوں کے راستے میں یا سایہ دار جگہ جہاں لوگ جھکتے ہیں وہاں پیشاب پاشاں نہ کرو جائے یا گند کی پھیلاوی جائے جس سے لوگوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔

دعوتِ ظلم

نو۔ دیکھئے! شریعت کی نظر میں راستہ کو سدھانے یا سدھانے کا سنا سننا مہربان یہ ظلم ہے کہ کس نے کس کی جگہوں پر دکانداروں کا قبضہ ہے۔ ایف، کاندار نے مجھے بتایا کہ بس انیس یہ سڑک معلوم ہوا تو اس وقت سے ہم نے اپنے سامنے کے خست پاتھ پر سامان رکھنا چھوڑ دیا ہے۔ لیکن اب وہ یہ کہ بڑھی والوں اور چھپنے والوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔

کوئی وہاں پہنچے وہاں بھون بھون کر اٹھارہ ہے کوئی کتاب ہذا کر اٹھارہ ہے کوئی چائے تیار کرنے پلا رہا ہے اور کوئی ٹخنیں بنا رہا ہے، وہاں گریسیاں، پنچاویں۔ اب فیس پانچویں کا قبضہ ہے۔

یہ قبضہ اور زیادہ فخر کا ہے۔ دکھنا دیکھنے کیلئے مصیبت کہ اس کے پاس بھتے گا یہ آتے تھے، ان کے آنے کا راستہ بند نہ کیا، اب اس کی دفان بھی لوگوں کو نظر نہیں آتی، راستہ چلنے والوں کو راستہ ویسے ہی بند نہ رہا، تو یہ دیکھ کر غم ہو گیا۔

دھواں چھوڑتی گاڑیاں:

ظلم کی ایک سورت یہ ہے کہ گاڑیاں اس طرح چلی جا رہی ہیں کہ دھواں سے ہوا چھوڑتی جا رہی ہیں۔ فریال کا دھواں ٹاکٹ کے ذریعے سے پھینک دیا گیا ہے، دماغ میں کھس رہا ہے، آنکھوں میں جا رہا ہے، جس سے طرح طرح کی بیماریاں پھیل رہی ہیں، تپ دق اور دے کا مرض ہو رہا ہے، سینے کی زبردستی پھیل رہی ہے، اموات واقع ہو رہی ہیں اور کسی کو کچھ پروا نہیں۔ خزانے بھرتی ہوئی گاڑیاں جا رہی ہیں، ان کو کوئی روکنے والا نہیں، نہ پولیس والے کچھ کہتے ہیں نہ سار جٹ کوئی قدم اٹھاتے ہیں حالانکہ قانون ایسا کرنا مقرر ہے۔ سرکاری قانون کی رو سے ایسا کرنا ممنوع ہے نہیں بہار۔ ملک میں قانون کہاں سے؟ ڈیٹ کا قانون یہ بھی کہتا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

کسی مہذب ملک میں یہ کام نہیں ہوتا کہ گاڑی دھواں چھوڑے۔ اگر کسی ڈرائیور نے گاڑی کا دھواں چھوڑا تو تالکڑوں والے کو جرمانہ (Fine) ہی وقت ہو جاتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ ایسی گاڑی چلائے جس سے دھواں نکلتا ہو۔ جبکہ ہمارے ہاں ریکس، ٹیکسیاں، گاڑیاں دھوئیں کے ہول چھوڑتی ہوئی چلتی ہیں۔ سانس لینا دشوار ہو جاتا

سے۔ ساری فضا میں ڈیرل کا جھانچا نہ دھتے۔ دھس کی بیاںوں۔ بے اختیار اچھڑا رہے۔ یہ تو بے اثر ہے اور ٹھہر رہا ہے۔ اس سے نکلنے سے ہٹا کر انہوں کو فریت اور ٹھہر رہی رہی ہے۔ اس طرف دھیمان نہیں جاتا۔

رشوت

علم کی ایک صورت وہ ہے جو ہرگز سرکاری دفاتر میں رائج ہے۔ انہوں نے اس سرکاری دفتر میں کام کرنے کے لیے پائے تو رشوت کے بغیر کام نہیں ہو رہا۔ رشوت سے علم کی کو ایک حصہ ہے اور انہوں نے انہوں نے علم ہے۔

الاولیٰ علیکم کا غلط استعمال:

علم کا ایک اور طریقہ دوا ہے۔ دوا ہے۔ علم استعمال کی صورت میں آج کل رائج ہے۔ پھوٹی سی مسجد ہے۔ اس میں ایک قاتل بھی لپ جائے تو حاضرین غم آواز نہ بچانے کیلئے ہاتھ کافی سے نہیں ہوتا۔ یہ ہے کہ اس کو نے پورا ہاتھ لگا دیا ہے، اس کو نے پھر بھی نہ رکھا ہے۔ چنانچہ چار لاکھ تکبیر کا رکھتے ہیں۔ جس کی سہ سے یہ دوا تکبیر اور دوا تکبیر کیلئے اہل جان بنا رہے۔

”ہرگز میں ایک مسجد ہے بالکل چھوٹی سی۔ اس نے چاروں کونوں پر بڑے بڑے دوا تکبیر لگے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنی ایک ہزار مانا دیا ہے۔ اس نے اپنی بھی چار لاکھ تکبیر لگے ہوئے ہیں۔ وہ مسجد جس کی میں ہے، اس کی اس کے ہاتھ پر ایک دوا تکبیر اور دوا تکبیر کا دوا ہے۔ حق نواز میں نے وقت سے دوا تکبیر لگایا ہے۔ اس دوا تکبیر میں کہہ ”التسبیح والسلام علیک یا رسول اللہ“ شروع ہوا، اس کے بعد پھر تعظیم و تحسین وغیرہ دوا تکبیر میں پھر شروع ہوئی۔ اس کے بعد“

مصلحتی جان رحمت" کا مسلط بھی اسی پر ہوا۔

اس کے بعد بچوں کا سبق پڑھانا شروع کیا۔ ہر بچے کا سبق لاؤڈ پکچر پر موزا ہے۔ گیارہ بجے تک پڑھتا رہتا ہے۔ گیارہ بجے تک جتنے بچوں کو سبق پڑھایا جاتا ہے۔ چار بجے تک دافنوں پر لازم ہے، دوا بھی یہ بچے کا سبق نہیں۔ اس لئے میں ہمارے رہنے دار رہتا ہوں۔ جمہوریاں جائز ٹیکسز کرتے ہیں۔ محلہ والے پریشان ہو کر ایک مرتبہ وفد کی شکل میں ان کے صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب نے کیا کو "تم یہ۔۔۔" لائق ہوئی وہی پر اعتراض نہیں ہوتا، اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس پر تمہیں اعتراض ہوتا ہے۔"

اس نے بعد مسجد والوں نے یہ کام کیا۔ کنگلی سے نکل کر ایک بڑا پورا رہا، جو میں رہا ہے۔ اس پورا رہے پر بھی لاؤڈ پکچر لگا دیے۔ چھوٹی سی مسجد اور اس میں "الف ب" کا سبق میلوں تک پڑھا ہے۔ یہ تلخ ہے۔ چار سو دو سو تک آواز پہنچانے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تمہاری آواز سننا چاہتے ہیں صرف وہی کوٹ ڈک زبردستی دوسروں کو سننے پر مجبور کرنا میرا کام نہیں۔

دارالعلوم میں لاؤڈ سپیکر کے معاملے میں احتیاط

ہمارے ہاں دارالعلوم میں اس بات کی پابندی کی جاتی ہے کہ لاؤڈ پکچر صرف "تک تک پچھے جوان" کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ تراویح میں یہ لاؤڈ پکچر نہیں بکھڑا جاتا۔ بعض اجتماعات دارالعلوم میں رہنے والے لوگوں کی طرف سے قرآن بھی آتی ہے کہ اودھ پکچر بکھڑا دیئے جائیں تاکہ ہم بھی سنیں لیکن جموں کی فرمائش سے وہ لاؤڈ پکچر اس لئے نہیں بکھڑا دئے کہ ہو سکتا ہے کہ کچھ غلط فہمی واقع ہو کر نہ سننا چاہیں، وہ انہیں پڑھنا چاہتی ہوں، ایامات نے اہل انبیاء میں سوکڑا کر شب میں مہربانی پڑھتی ہوں۔ اور

کرنے میں حد سے تجاوز کرنا مثلاً بھری مجلس میں آپ ہر ایک سے مطالبہ کریں کہ سو سو روپے سب دے دو۔ کچھ لوگوں نے دے دیا تو دوسروں کا نام لے لے کر ان سے مانگ رہے ہیں۔ کوئی شخص دینا نہیں چاہتا تھا مگر شراباڑی میں دے دیتا ہے۔ سوچنا ہے کہ اگر انہیں دوں گا تو لوگ مجھے حقیر سمجھیں گے اور انہیں خیال کریں گے۔ یہ بھی قلم ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے زبردستی چھین لیتا۔ چند لینا اسی صورت میں جائز ہے جب دوسرا آدمی خوشی سے اسے۔ حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ:

﴿لَا يَحِلُّ مَالُ أَحَدٍ إِلَّا بِطَيْبٍ نَفْسِهِ﴾

(مسکوٰۃ، کتاب البیوع، الفصل الاول، قمر المحدث ۶۴۲۶)

”کسی انسان کا مال اس کی خوشنودی کے بغیر حلال نہیں ہوتا۔“

بھکاریوں کا زبردستی مسلط ہونا:

آج کل ظلم کا ایک اور طریقہ بھی چل رہا ہے۔ چوراہے پر گھڑی رکی یا کسی پھل والے کی دکان پر پھل خریدنے کیلئے گاڑی رکی، ایک ادھر سے بھکاری آ جاتا ہے۔ ایک ادھر سے آ جاتا ہے اور مانگنا شروع کر دیتے ہیں۔ بات تک کرنے نہیں دیتے، ان سے کہا جائے کہ معاف کرو، پھر بھی نہیں بنتے۔ زبردستی مسلط ہو جاتے ہیں۔ آخر مجبور ہو کر آدمی کچھ نہ کچھ جیب سے نکال کر دیتا ہے تاکہ وہ پیچھا چھوڑ دے۔ یہ بھی ظلم اور ناجائز ہے۔

ظلم کا ایک طریقہ یہ چل رہا ہے کہ بھیک تو نہیں مانگتے لیکن کوئی تنگھالے کھڑا ہے، کوئی کمر بند لئے کھڑا ہے کہ صاحب! اللہ کے واسطے یہ خرید لو۔ ان سے کہا جائے کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں تو اسراہ کرتے ہیں کہ خریدو، ہاں نہیں چھوڑتے، یہ بھی زبردستی اور ظلم ہے۔

دوسروں کی غمار توں پر پوسٹر لگانا اور چاکنگ:

اسی طرح ظلم کا ایک طریقہ اور چیل رہا ہے۔ وہ یہ کہ لوگوں کے مکانات اور غمار توں پر پوسٹر چکاتے ہیں۔ یہ سب کچھ مکان کی اجازت کے بغیر ہوتا ہے۔ پوسٹر چکوانے میں تو پھر بھی شریعت ہوتا ہے۔ اب تو آسمان کر رہا ہے کہ پوچھ لی اور کہہ دیں: ایسا اور یہ ایک کی دیوار پر کچھ نہ لکھ گئے۔ چلو فلاں جھڈ چلو۔ فلاں بنے فلاں زندہ باد فلاں مرادہ۔ کوئی صاحبِ محراب غارت لکھ کر چلے گئے کہ تمام امراض کا علاج چاہیے تو فلاں ڈاکٹر کے پاس جائے۔ کوئی تعویذ والا ہے کہ کالے جادو کی کاٹ فلاں غافل کے پاس ہے۔ یہ ساری و شیعہ بازی لوگوں کے غروں کی دعوہوں پر اور اداروں کی دیواروں پر ہوتی ہے۔ یہ ظلم ہے اور ناجائز ہے۔ یہ تک دوسروں کی املاک و امان کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا ناجائز ہے۔

آنحضرت ﷺ ایک مرتبہ مدینہ کی فلی سے گزر رہے تھے۔ وہاں ایک المیہ دہی کا مٹی کا مکان تھا۔ آپ ﷺ نے اس پر دو مرتبہ ہاتھ مار کر تعظیم کر لیا۔ پھر گئے لئے دو مرتبہ ہاتھ مارنا پڑتا ہے۔ پہلی مرتبہ ہاتھ مار کر چہرے پر اور دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر بازوؤں پر پھیرا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مکان کے اس مصیبت سے استعمال پر، ٹک مکان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، لیکن اس کے باوجود اس حدیث کی تشریح میں علماء کرام نے یہ سوال اٹھایا کہ یہ مکان رسول اللہ ﷺ پر کونسی تھا بلکہ ایک انصاری صحابی کا تھا تو آپ ﷺ نے دوسرے کے مکان کو اس کی اجازت کے بغیر کیسے استعمال فرمایا حالانکہ دوسرے کی چیز کو اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا ناجائز ہے۔

پھر اس کا جواب یہ دیا کہ عام حالات میں تو ایسا کرنا جائز نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو یقین تھا اور یہ یقین بالکل صحیح تھا کہ اس انصاری کو اگر یہ معلوم ہوگا کہ میں نے

اپنے دو ہاتھ اس کی دیوار پر مارے ہیں تو وہ خوشی سے بھرا نہیں آتا ہے۔ اس سے آپ شیخؒ نے اجازت لینے کی نہ اور اسے محسوس نہیں فرمائی کیونکہ ابن زب نے یقینی طور پر یہ بتا دیا تھا۔ تو انھیں اقتبہ انوار نے اس معمولی سے افعال پر بھی مومن اندھا کر دیا۔ یہ مسند دربان چوہدر پکا پکا آدھ روٹی کا ستیاں ان کوڑا اور چاکل کر کر کے ان کا حلیہ بنا کر دیا۔ چہ یہ ظہورِ برکت جا رہے وہ یہ کہ حکومت کی طرف سے ان کوئی فیصلہ نامہ کسی سے تخفیفیں دینی جاتی ہیں کہ یہ فلاں فلاں ہے۔ لہذا اس پر چوہدر پکا پکا یہ باتیں ہیں اس سے غلطی کی اصل مہارت غائب ہو جاتی ہے۔ حالانکہ صحیح اس لئے انسانی کوئی تھی کہ چنے والوں کو راستہ معلوم ہو۔ آپ کو تو راستہ معلوم ہے نہیں ہو جتنی اس شہر میں آیا ہے اس کو تو ان تختیوں کی ضرورت ہے اس کے بغیر وہ راستہ جوں جوں گھر

غلط وقت پر فون کرنا:

ظلم صحیح ہے اور طریقہ بھی صحیح ہے۔ حد شرع میں بہت کچھ عام ہے۔ وہ یہ کہ جس کو آپ چاہو، علی فون کر دو، یہ انہیں بغیر کہ اس کے مرنے کا وقت ہے یا نہ نہ کھانے کا وقت ہے یا نہ، مہر کا وقت ہے۔ مسند ہے اس کے دفتر کا لیکن اس کے گھر پر فون کر دیا حالانکہ گھر پر وہ عام نہیں مومن اور دفتر کا کام ہے۔ جب آپ اس کے گھر پر فون کر کے اس کے آرام میں غفلت ڈال رہے ہیں۔ رات بارہ بجے اسے بعد فون کر دیا۔ یہ دوسرا ہوسٹا۔

یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ دین کی خبر نہ ہونے سے اس طرح کی فونوں کو کلیغیر مانجھی ہیں۔ یہ مسلمانوں کی باتیں تھیں۔ مسلمان اس بات کی رعایت رکھا کرتے۔ نتیجہ کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے لیکن اب مسلمانوں نے تو یہ باتیں چھوڑ دیں دوسری قوموں نے یہ باتیں حاصل کر لیں۔

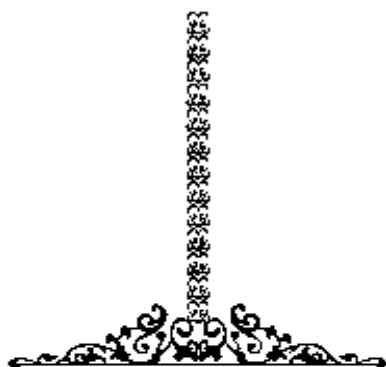
اباں امریکہ میں ہم نے دیکھا کہ کوئی آدمی کسی کے چھٹی کے دن (وہ یہ

ایند (Week End) میں کسی کام سے متعلق فون نہیں کرتے۔ رشتہ دار آپس میں ملنے جلتے کے متعلق تو فون کریں گے لیکن دفتری کام سے متعلق بات نہیں کریں گے۔

مسلماں ہونے کے ساتھ ان باتوں کی رعایت کرتے ہمارے لئے زیادہ ضروری تھا لیکن افسوس کہ ہم نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا جس کی وجہ سے معاشرہ کے اندر طرح طرح کے ظلم، جو ہمیں آپہنچے ہیں۔ اور یہ حدیث بتا رہی ہے کہ جو شخص کسی اور سے پر ظلم کرے گا، اللہ اس نے دنیا میں اس نے منقولہ سے معافی نہ مانگی اس کا حق ادا نہ کیا تو قیامت کے روز اس کا بدلہ چکا، بڑا اور آخرت میں آدمی کے پاس روپیہ بیسہ تو ہوگا نہیں۔ وہی بدلے کا طریقہ یہ ہوگا کہ اگر اس سے پاں تھوڑے مل ہوں گے تو اس سے ظلم کے برابر اس سے تھپ مل لے لئے جائیں گے اور اس شخص کو اسے دینے جائیں گے جس کا حق اس نے دیا تھا۔ اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی نیکیاں جمع کر کے ادا کرنے کرتے تھے تو پھر جس کا حق اس پر واجب تھا اس کے مناد اس پر آواز دے گئے جائیں گے لے کر یہ تو نیکیاں اور اب روئے گئے۔

بڑے غور کرنے کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے ظلم نہ کرنے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



مَآہِ ذِی الْحِجَّہ کے فَضَائِل



سرمدیج رانی جو ہے مغلان
 فخر نصرت میں ہاں ہے کہ بیج رانی کا نام
 آیت چاہے کچھ دوسرا ہو غلام
 تاریخ تھوڑا سا بیکہ ۱۳۰۰
 قریب و غایت اے رانی کے لئے
 زبانہار کہن طراز

ماہ ذی الحجہ کے فضائل

خطبہ مسنون

الحمد لله حمداً مستعيباً ونستغفر ذنوبنا
ونعوذ بك عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن
سوءات أعمالنا من بعدد الله فلا فضل لنا ومن يضلله
فلا هادي له ونشهد أن لا اله إلا الله وحده
لا شريك له ونشهد أن سيدنا وملكنا وخالقنا
وخالقنا محمداً ورسوله صلى الله تعالى عليه وآله
وصحبه أجمعين وسلم تسليماً كثيراً

الحمد!

واعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن
 الرحيم

إنا أعطيك الكثر ثم فضلاً لم ترك وأحرم
 أن تباينك هو الأثر ۞ (۱۰۰۰۰۰)

ذوالحجہ کی سب سے پہلی فضیلت اس کے نام سے ظاہر ہے:

بَارِزَہٗنِ مَحْمُودٍ اَمْرٌ زَادَ اَنْ اَنْزَلَ

آج کا واقعہ وہی نہیں سمجھنا ہے۔ ذی الحجہ صیغہ نکل سے شروع ہو رہا ہے۔ یہ بہت عظیم الشان صیغہ ہے۔ اس کی سب سے پہلی عظمت تو اس کے نام سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اس کا نام ہے ”ذو الحجۃ“ یعنی حج والا (صیغہ)۔ ”محضۃ“ بھی عربی زبان میں حج کہتے ہیں اور ”ذو“ کے معنی ہیں ”والا“ تو ”ذو الحجۃ“ کے معنی ہوتے ہیں ”ذو الحجۃ“۔

یہ حج والا صیغہ ہے کیونکہ اسی صیغے میں اسلام کا عظیم الشان رکن ”حج“ والا آیا جاتا ہے۔ اور یہ رکن ایسا ہے کہ سال کے کسی دور میں جس کو نہیں ہو سکتا۔ نہ تو صومر روز پہنچتے ہیں۔ قریش روزے کر رہے رہتوں کے بیٹھے ہیں۔ رکتے ہیں۔ نیکوں نقل روزہ باقی دنوں میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ میرا نظریہ اور ابو ہریرہؓ کے علاوہ سال بھر میں جب بھی چاہیں روزہ رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ کہ جب آدمی سے مال پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ لہذا اسالی گئے۔ اُسے پہاڑی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا ہے نہیں اس کی وجہ سے مالی پرانہ تھے ہی زکوٰۃ دے چکے تو بعد میں جب دینا چاہتا ہے اسے مشکلات۔ نہیں حج کا معاملہ یہ ہے کہ اس کا صیغہ بھی مقرر ہے اور دن بھی مقرر ہیں۔ ان دنوں کے علاوہ یہ رکن دینی نہیں ہو سکتا۔ آڑوں غفلت چاہے کہ میں رمضان یا شعبان میں بھی حج کر لوں تو یہ نہیں ہو سکتا۔ صرف انہی دنوں میں ہی کر سکتا اور ہو سکتا ہے۔ ہر دن میں پہلے متعین ہیں۔ اس سے بھی ایسا دعویٰ اچھائی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صیغہ کو یہ شرف بخشا ہے کہ حج ہمیشہ عظیم صیغہ ہے۔ لہذا اس صیغے میں وہاں ہو سکتی ہے کسی اور صیغے میں نہیں ہو سکتی تھی کہ رمضان وغیرہ کے صیغے میں بھی نہیں ہو سکتی۔

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

پھر قرآن و احادیث نے اللہ اس کی اور بھی بہت سی فضیلتیں بیان کی ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

مِنْ وَالْفَجْرِ ۝ وَلِإِلَهِ عَشْرٍ ۝ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا

يَسُرُّ ۝ (النجم: ۱-۴)

”اچھم ہے فجر کی اور دس۔ راتوں کی اور ہفت اور غائب کی اور رات کی

جب دوپہنے لگے۔“

یہ ”دس راتیں“ کونسی ہیں؟ مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں مراد ہیں۔ اللہ رب العالمین نے ان دس راتوں کی اچھم کھائی ہے۔ اس سے بھی ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی دس ایس کی عظیم اشیانِ قدسیہ بیان کی ہے۔ فرمایا کہ ذوالحجہ کے پہلے سے کوئی مہینہ عبادت کے لئے بہتر نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رمضان بھی اس سے عبادت کے لحاظ سے بہتر نہیں۔ ہاں ایسا اگر اس کے برابر ہو تو اس کا انکار بھی نہیں۔ اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ان دنوں کی غنیمت ایسی ہے جیسا کہ رمضان المبارک کے دنوں کی عظمت ہے۔

ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں دس دن تو عید کا ہوتا ہے۔ جس میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ باقی نو دنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان میں ایک دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ ایک رات کی عبادت کا ثواب شب قدر کے برابر ہے۔

تو یہ شب اور روزہ اگرچہ ایسے ہیں معمولی نہیں ہیں۔ آج مغرب کے وقت سے ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے گا۔ اطلاق پیلنڈر، اسلامی تقویم، اسلامی تاریخ اور اسلامی دن مغرب کے وقت سے ہوتا ہے۔ لہذا خوب آقاؐ سے ہی ذوالحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے گا تو جو رات آنے والی ہے، اس کا ثواب شب قدر کے برابر ہے اور تو اسے

دنوں میں سے ماہانہ روزانہ ایک دن ہے۔ ماہانہ کے زیادہ ہے۔

ان دنوں میں نکلی روزوں کی بجائے قطعہ روزے رکھنا بہتر ہے

لھندہ۔ ان دنوں میں رات سے صبحان روزے رکھنے میں اور کچھ روزے رکھنے والے نہ ہوتے ہیں انہی کے قطعہ روزے اور اوپنہ رات سے ہیں اور ان دنوں میں نکلی روزے رکھتے ہیں لیکن جہاں مشورہ دیا ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قطعہ روزے ہوں تو ان دنوں میں ان کی قطعہ کریں۔ خاص طور پر جو آسمان کے شرعی حلالیہ سے مراد نماز میں ان کے روزے قطعہ ہو رہے ہیں۔ ان میں بھی قطعہ روزے رکھنے کا ہونا زیادہ موقع ہے۔ ان دنوں میں قطعہ روزے رکھنے کے دنوں میں ہیں۔ ایک یا کچھ دنوں میں ہے۔ ان دنوں کی قطعہ کرنا۔ ان دنوں کی روزت بھی حاصل ہو جائے گی۔

اگر کوئی شخص پوری عبادت نہ کر سکتا ہو تو

بہار تک رات نوپا کر رہا ہے کہ وہ روزے کا عبادت ہے تو افضل طریقہ ہے کہ پوری رات نوپا کر رہا ہو کہ یہ بھی بہت ہی بہت ہے کہ وہ روزے کا عبادت ہے۔ اس کی رات یہ ایک گواہی ہوتی کہ وہ روزے کا عبادت ہے۔ اور اگر وہ رات میں وقت سے رات ہوتا ہے۔ یہ رات مغرب کے وقت سے شروع ہو جاتی ہے۔ جب اگر کوئی شخص پوری رات نہیں پڑے کہ تو مغرب سے عبادت کر رہا ہے۔ اس کے بعد جتنا وقت ہے کہ اس میں جتنی عبادت ہو سکتی ہے کہ وہ اگر شب میں گھر جائے اس میں جتنی عبادت کرے۔

الحدیب: انہیں نے اس کو دینا تھا کہ ان کی یہ کہ بہت اور کم روزوں کی قدرمقدار پر مانتیں تھیں۔ حدیث شریفہ میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص صبح کی نماز

بھی جماعت سے چلے اور پھر فجر کی نماز بھی جماعت سے ساتھ پڑھے تو اس کو پوری رات کی عبادت کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر کوئی عشاء اور فجر بھی جماعت سے پڑھے اور مزید عبادت بھی کرے تو صلہ ہے کہ اس کا ثواب اور عبادت بڑھے گا۔ جتنے نماز ادا کرے۔ اتنا صلہ ہو جائے گا لیکن اگر کوئی کمزور ہے تو وہ صرف عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے تو اس کے لئے بھی محرومی نہیں رکھی جی بلکہ اسے بھی پوری رات کی عبادت کرنے کا ثواب معاف کیا گیا۔

ان راتوں میں صائم ہوں کا وبال بھی زیادہ ہے:

یہاں یہ بات بھی دینی ہے کہ ان راتوں میں اگر عبادت کا ثواب زیادہ ہے تو گناہوں کا وبال بھی زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ ضد بند ہے کہ جس جگہ پر اور جس وقت میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ اس جگہ پر اور اس وقت میں اگر گناہ کیا جائے تو اس کا وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ ایک شخص اگر صبح سے باہر تھوٹے پڑتا ہے یا خیریت کرتا ہے تو باعث یہ گناہ و تہیہ و اور تھیں جرم ہے لیکن یہی جرم اگر اس مسجد میں کرے گا تو جرم درجہ اول ہائے گناہ مسجد تراویح میں گناہ زیادہ تو اور سنگین ہوں گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص روزوں میں گناہ کرے تو وہ بھی گناہ سے سنگین اور ان راتوں میں گناہ کرنے کا تو بہت سنگین ہوگا۔

وہ کام مشرور کریں:

یہاں ان راتوں میں اگر کسی شخص کو بہت زیادہ عبادت کرنے کی توفیق نہیں ہو رہی یا بہت عداوت نہیں یا مصروفیت ہے تو وہ وہ کام مشرور کریں۔
۱۔ عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے۔

۳۔ اپنے آپ کو نیک سمجھیں۔ اپنے آپ کو نیک سمجھیں۔ اپنے آپ کو نیک سمجھیں۔
 کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔
 کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔
 کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔
 کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔ کہ لوگوں کو نیک سمجھیں۔

نہ رب اعتراف کے نفع اور ہم نے اس پر سے نیکوئی کے نفع ان میں ان لوگوں اور
 راتوں میں ان دو کاموں کا اہتمام کرے گا تو وہ عظیم الشان کمائی کرے گا۔ پھر وہ اس
 راتوں کی عبادت کا ثواب ملے گا اور ان راتوں کی عبادت کرے گا تو ہر رات میں شب
 قدر کا ثواب ملے گا اور ان راتوں میں روزے بھی رکھے گا تو ایک روزے کے برابر
 ہے۔ ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا

یوم عرفہ کی خاص فضیلت:

پھر ان دنوں میں عرفہ کے دن کی فضیلت اور زیادہ ہے۔ حدیث شریف میں
 آتا ہے کہ عرفہ کا روزہ چھ ایک سال کے نیکوں کو بھی کفایت دیتا ہے اور ایک ایک
 سال کے نیکوں کو بھی کفایت دیتا ہے۔ ان دنوں میں جو عبادت کرے وہ اس کی عبادت
 اس نے بعد میں ان کی عبادت آتا ہے۔ احادیث نے اعلان کیا ہے کہ عبادت میں فضیلت
 یہ ہے کہ یہ ہے۔

ذکر اللہ اور صدقات کا بھی انہیں ملتا ہے۔

تو ان دنوں میں ان کو بھی ان کی عبادت اور اللہ نے عبادت میں کفایت دیتا ہے۔

روزہ کے علاوہ صدقہ و خیرات کی پیشکش کرنی چاہیے، اور ان کے علاوہ اگر اللہ کا بھی خوب
ابتنام کرنا چاہیے۔ چیتے بھرتے بھی اللہ کا ذکر ہو سکتا ہے۔ بس میں جارہے ہیں اگر کوئی
میں سہرا رہے ہیں۔ سائیکل یا موٹر سائیکل پر سوار ہیں تو اس وقت ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مٹھا
لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ کہتے رہیں، درود شریف پڑھتے رہیں یا استغفر اللہ، واستغفر
اللہ کہہ سکتے ہیں۔

ایک مومن نواچنا وقت یا کارِ خیر میں جاسے دینا چاہیے۔ آپ پڑھتے جا رہے ہیں یا
پڑھانے جا رہے ہیں، ملازمت پر جا رہے ہیں یا لکھتے جا رہے ہیں، کسی بھی کام سے
جا رہے ہیں، چلتے چلتے اگر لا الہ الا اللہ کہتے ہیں تو اس میں آپ کی زندگی مستخرج
ہوئی، نہ پیسہ خرچ ہوگا اور نہ کوئی وقت خرچ ہوگا لیکن آپ عظیم الشان کمائی کر لیں گے،
اللہ نے ہر آدمی کو بہت بڑی قدر و قیمت ہے۔ اس کے بہت زیادہ فضائل قرآن
و حدیث میں وارد ہوئے ہیں۔ چیتے، بھرتے، اُٹھتے، بیٹھتے اور اور کچھ یاد رکھیں آج تو ”اللہ
تہ“ کہتے رہیں۔

یہ تو خیر و خیر کی باتوں کا بیان ہے، ایسے بھی اگر آدمی قدر کی چیزیں تو ہر بات
شب قدر ہے۔ جو آدمی اللہ کے ذکر اور اس کی یاد میں رہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا
رہتا ہے۔ پھر اس کی برکت سے یہ ہوتا ہے کہ عبادتوں میں محرومانے لگتے ہیں، ان کتابوں
سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

گناہ مزے کی چیز نہیں:

اصل بات یہ ہے کہ گناہ کوئی طرح کی چیز نہیں۔ گناہ آدمی کو یہ ڈر لگا ہو کہ میں
جو گناہ کر رہا ہوں، میں اللہ تعالیٰ کی دیکھ رہا ہوں پر مجھے خدا پر ہوگا تو اسے تانا کر رہے
ہوئے محرومانے لگتے ہیں، آپ جو ہیں ان کی تحریف میں ہیں اور آپ کے سامنے صاف رکھا ہوا

ہے لیکن چوبیس واسے نے ہاتھ میں اندھا بھی رکھا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اگر تم نے یہ تھاں اٹھا، تو تمہاری لہائی لہائی تو دیکھنے کی اس تھاں میں عورت نے کھانا کھاؤں وہیں عورت ہے اور ان کو وہ ہے جو کہ شہادت کی کوئی گواہی نہ دے سکا۔

اور پھر عورت نے اعزاز کا لباس پہنا ہے یہ ہے کہ اس نے عورت کے لئے طہال راستے سے غارِ حلال لئے ہیں۔ مہذبت اور راجہ سے تمام نے لئے طہال راستے کھلے ہوئے ہیں۔ اب شرافت کا کھنڈا یہ ہے کہ انہی حلال راستوں کو اختیار نہ کیا جائے اور عوام و عامل سے بچا جائے اور نہ بچے تو پھر عذاب کیسے تیار رہیں اور جس کو وہ بچھپے عذاب ہوا ان میں مذمت کہاں ہوگی۔

تو کھانا مذمت کی چیز نہیں ہے مذمت کی چیز تو عورت ہے۔ اب آئی ہے دل میں مقرب اعزاز کی عظمت کی عظمت نہ جاتی ہے کہ اس کا کہ انہی میں کو عورت ہے کہ کسی اور چیز میں عطا ہو نہیں آہیں اور انہوں نے مذمت سے بونے ملتی ہے۔ یہ قصور ان میں آج ہے کہ یہ میرے گھر میں عورتوں کا قدم نہ ہو میرا گھر میرا ہے۔ میں اس کی تفریق کیسے کر دوں۔ یہ بڑی بڑا ہے اور کبھی ہے اور کبھی نہیں انہی چیزوں سے کہنے سے انہوں نے جو ان کی حق میں نہ تھی ان کے لئے دے دیا ہے۔

گنہ میں عذر آنے کی مثال۔

کتاب میں مردوں کی خرابی کی مہر ہے آتا ہے۔ جب دل بڑھا ہوا ہے تو اللہ نے سب نبی، اللہ کی عظمت کی کمی، اللہ سے محبت کی کمی ہو جاتی ہے، عذر آخرت سے نکلتا ہو جاتی ہے تو پھر عورت مثلاً نکرتی ہے کہ وہ آدمی نکلتا آئے ہیں اور انہوں میں عذر آئے لہذا جب خوب سمجھ چکے کہ انہوں میں عذر آنا ایسا ہی ہے جیسے کسی کی مرضی یہ کہ کچھ نے میں عذر آتا ہے۔ نہ مرضی کے عذر میں کوئی چیز میں عذر نہیں آتا

جتنا کھانے میں آتا ہے، مثل مشہور ہے کہ

”جو کھا ہے کھانے میں، نہیں لے وہ رات میں“

”کھانے“ کہتے ہیں ”کھانے“ کو۔ مطلب یہ ہے کہ کھانے میں جو مزہ ہے، بادشاہت میں بھی دو مزہ نہیں۔ لیکن کھانے سے جو مزہ ”رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کھانا، اُچی مزے کی چیز ہے بلکہ یہ اس وجہ سے آ رہا ہے کہ جسم کو جو مزہ خراب ہو گیا ہے۔ خون کی فراہمی کی وجہ سے اس چیز میں مزہ آنے لگا تو اس حقیقت حیرت کی چیز نہیں تھی بلکہ تکلیف کی چیز تھی۔ تو وہی کھانا کھوتے کھوتے آپ کو زخمی کر لیتا ہے، سوتے سوتے غیہ مڑ جاتی ہے لیکن پھر بھی وہ کھانا باوجود ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ خون خراب ہو گیا۔ بالکل یہی بات اُٹا ہوس کی ہے۔

اور یہ انسان کے لئے بڑی بد بختی کی بات ہے کہ اسے سناہوں میں مزہ آنے لگے اور ان کی طرف اس کی رغبت بڑھتی چلی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ذوالحجہ کی ایک اور خاص فضیلت:

ایک عظیم الشان عبادت اور بھی اس ماہ ذی الحجہ کے اہم روز کی جاتی ہے۔ جسے قربانی کی عبادت کہتے ہیں۔ اس عبادت کی بھی خاصیت یہ ہے کہ یہ انہی مخصوص دنوں میں عبادت ہے، باقی دنوں میں عبادت نہیں۔ بقدرمید کے دن (ذی ذی الحجہ) گیارہ اور بارہ ذوالحجہ تین دن عبادت کے ہیں۔ ان سے ایک دن پہلے تک اور بارہ ذی الحجہ کے بعد پورے سال میں باخوار قربان کرنا عبادت نہیں۔ عقیدہ کے موقع پر باخوار ذی الحجہ عبادت نہیں ہے برکت کی چیز ہے، اگر لیس تو بہتر ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک یہ عبادت نہیں۔ عبادت صرف انہی تین دنوں میں ہوتی ہے۔ ذوالحجہ قربانی تو یا غنی یا فقیر انہی تین دنوں

میں ہو سکتی ہے۔ بالی انوں میں آپ جانور ذبح کرنے کے کھانسنے جس لینیں وہ قربانی اور عبادت نہیں بنے گی۔

قربانی کا حکم کسی اور طریقے سے پورا نہیں ہوتا:

اور جس شخص پر قربانی واجب ہو، اس کا یہ واجب قربانی کرنے کے علاوہ کسی اور طریقے سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی یہ ہے کہ میں قربانی تو نہیں کرنا نہیں جانتے ہیں یا نہ خریدنا تھا، اسے بیچوں کا سودہ کرنا ہوں تو اس سے اس کا واجب ادا نہیں ہوگا، مگر پھر اس کا گنہگار بنے گا۔ جس طرح نماز پڑھنے سے۔ اگر ادا نہیں ہوتا اور روزے کے عوض میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ اسی طرح قربانی کے عوض میں سودہ نہیں ہو سکتا۔

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی کس پر واجب ہوتی ہے؟ اس کے بارے میں چند بیرونی مسائل بھی سمجھ لیجئے۔
۱۔ بالغ پر قربانی واجب نہیں۔
۲۔ بیٹوں یعنی وہ شخص جو دماغ سے معذور ہے اس پر بھی قربانی واجب نہیں، چاہے کراچی انسان ہو۔

۳۔ مسافر پر بھی قربانی نہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص شہر کا رہنے کے مطابق مسافر ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں خواہ وہ کتنا ہی مادار ہو۔ مثلاً کوئی شخص لاہور سے کراچی آ رہا ہو اس کا اور وہ کراچی میں پندرہ دن قیام کرنے کا نہیں ہے تو وہ مسافر ہے اس پر قربانی واجب نہیں۔

قربانی ایسے مفل، بالغ اور متمتع مسلمان پر واجب ہے، جس کے پاس اتنا مال ہو کہ اس سے وہ صاحب نصاب بنائے تو اس پر قربانی واجب ہوگی خواہ وہ مرد ہو یا

عورت۔ وہ میاں بیوی ہیں، دونوں کی خلیفہ میں اگر اتنا کٹواں ہے جو نصاب کے برابر
ہوتا ہے تو میاں پر بھی قربانی واجب ہے، بیوی پر بھی قربانی واجب ہے۔ اگر کسی گھر میں
میاں بیوی بھی رہتے ہیں اور ان کی بالغ اولاد بھی ہے اور بالغ اولاد کے پاس بھی نصاب
کے بقدر مال ہے تو ان پر بھی قربانی واجب ہوگی۔ بیٹے ہوں تو ان پر قربانی واجب ہوگی
اور بیٹیاں ہوگی تو ان پر بھی واجب ہوگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ایک کا ضمائم و ٹکڑے ہے۔
لہذا اگر سب میں قربانی واجب ہوئے کی شرطیں پائی جارہی ہیں تو سب پر قربانی واجب
ہے اور جتنوں کے بقدر ثواب پائی جارہی ہیں ان پر قربانی واجب ہوگی، باقی پر نہیں۔

قربانی کا انصاب:

انصاب کیا ہے؟ قربانی کا انصاب ماں سے باون تولے چاندی ہے۔ اگر کسی
کے پاس اتنی مقدار چاندی ہو یا اتنی چاندی کی قیمت کے بقدر نقد رقم ہو یا اتنی قیمت ہ
ساکن تجارت ہو یا اتنی قیمت کا سونا ہو یا اتنی قیمت کا گھر جس میں این زائد ساکن ہو جو
استکان میں نہیں آتا تو اس پر قربانی واجب ہے۔ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت
آج کل تقریباً چھ سو روپے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس کی ملکیت میں تقریباً چھ سو روپے یا اس قیمت کا ساکن
مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ہے اور وہ بالغ مجنون اور مسافر بھی نہیں تو اس پر قربانی
واجب ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، دینا ہو یا بیٹی۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر گھر میں صرف ایک آدمی نے قربانی کر لی تو سب
کی طرف سے ہوگی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہر ایک پر ملحد و ملحدہ قربانی واجب ہوگی۔ اگر کسی
نے قربانی واجب ہونے کے باوجود قربانی نہ کی تو وہ گنہگار ہوگا۔ اب اس کی عافی کی
صورت یہ ہے کہ قربانی کی قیمت کے بقدر رقم فقراء اور مساکین پر صدق کرانے اور اپنی

اس کو تابی پر توجہ واستغفار بھی کرے۔

قریبانی کے جانور کی شرائط:

بکرا، دنبہ اور بھینس ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کیا جاسکتا ہے جبکہ گائے، بھینس، بٹل اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے بکائی ہیں بشرطیکہ سب کی میت ثواب کی ہو۔ اگر کوئی شریک اس میت سے شامل ہوا کہ چوکوش مل جائے گا، طرف سے ٹھامیں گے اس کی قربانی کی میت نہیں ختمی تو پھر کسی کی بھی قربانی نہیں ہوئی۔

بکرا اور بکری ایک سال کا بچہ یا نونہ ضروری ہے، بھینس اور دنبہ اگر اتنا سونا سا نہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہونے والا ہو، وہ بھی چار سال کا ہے۔ بٹل بکائے اور بھینس دو سال کی جبکہ اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے۔ جس شخص سے آپ جانور خرید رہے ہیں اگر وہ اس کی پوری عمر جانتا ہے اور ظاہری حالات سے بھی اس کی تکلیف نہیں ہوتی تو اس پر اتنا نذر چاہئے۔

جس جانور کے پیدائشی طور پر سینک نہ ہوں یا بچہ میں سے نوے تھیں تو اس کی قربانی درست ہے لیکن اگر سینک جز سے اکٹھا ہے جس کی وجہ سے اس پر لازمی اثر پڑتا ہے تو پھر اس کی قربانی جائز نہیں۔ نہ بھے، اکٹھے اور نظر سے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح ایسا بھینس اور اونٹ جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں سے نہ پا سکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں، اس جانور کی قربانی سے زیادہ درستگی ہوتی ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں، جس جانور کے انتہائی پاگل نہ ہوں یا اثرات میں اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں اس کی قربانی بھی درست نہیں۔

اگر ایک شخص نے صحیح سامان جانور خرید لیکن قربان کرنے سے پہلے اس کے اندر کوئی عیب یا عیب پیدا ہوا یا جسکے پاس جانے کی صورت میں قربانی جائز نہیں ہوتی تو اب

دیکھا جائے گا کہ قرآن جانور کو شریعہ کے دائرہ تکمیل میں لے کر آتا ہے کہ اس پر شرعاً قربانی واجب ہے تو اس پر لازم ہوگا کہ اس کے یہ سب دوسرے صحیح مام جانور کی قربانی کرے اور اگر اس جانور کا مالک غریب آدمی تھا تو اس پر قربانی واجب نہ تھی لیکن اس نے اپنے شوق سے قربانی کے لئے جانور خریدا تھا تو اس کے لئے اسی غریب دار جانور کی قربانی جائز ہے۔
قربانی نے جانور کو خدا اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے لیکن اگر خود ذبح کرنا نہیں چاہتا تو دوسروں سے ذبح کروا سکتا ہے۔ ذبح کے وقت خود وہاں حاضر رہنا افضل ہے۔

قربانی کی نیت و ود

قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ایسے ذبح کرتے وقت بسم اللہ، یا اکبر کہنا ضروری ہے۔ طے یہ ہے کہ جب جانور ذبح کرنے کیلئے قہورہ کرے تو یہ ناجائز ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوْا اَمْرًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اَمْرًا مِّنْ رَّبِّهِۦٓ فَهُوَ عَصٰٓى عَنْ نَفْسِهِۦٓ ۚ وَالَّذِيْنَ يُطِيعِ اَمْرًا مِّنْ رَّبِّهِۦٓ فَلَا مَعْصِيَةَ لَّكَ اِذَا اَمَرَ بِمَا حُرِّمَ

”اے ایمان والو! تم میری ایک چیز سے نیکو ہو کر اپنے آپ کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جس نے تمہارے آقاؤں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔“

۱۰۵ اِنَّمَا اَمْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَنْ يَعْصِ اَمْرًا مِّنْ رَّبِّهِۦٓ فَلَا مَعْصِيَةَ لَّكَ اِذَا اَمَرَ بِمَا حُرِّمَ

”یہ ایک شے میری نماز و میری عبادت اور اچھٹا اور میرا امر نہ ہے۔ جب اللہ رب العالمین کہتا ہے۔“

اور ان کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے

۞ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ
وَحَلِيْلِكَ اَبُوْاَبِيْمُ عَلِيْهِمَا السَّلَام ۞

اے اللہ! آپ یہ قربانی میری طرف سے قبول فرما لیجئے جس
شرح آپ نے اپنے محبوب محمدؐ پر اپنے ہمارے فطیل ابراہیم (علیہ
السلام) کی طرف سے قبول کی۔

گوشت کا حکم:

جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو وہاں گوشت وزن کرنے تقسیم ہو جائے انھیں
الغرض سے حصہ تقسیم کرنا جائز نہیں۔ انھیں یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک
حصہ اپنے وطن و میاں کیلئے رکھے، ایک حصہ اعزاء و احباب میں تقسیم کرے اور تیسرا حصہ
فقراء و مساکین میں تقسیم کرے، ہر حصہ جس شخص کے اہل و میاں زیادہ ہوں وہ سارا گوشت
بھی رکھ سکتا ہے لیکن قربانی کا گوشت بیچنا جائز نہیں۔

قربانی کی کھال کے احکام:

قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے کہ اسے اپنے استعمال میں لانا مثلاً مصلی بنالینہ
یا کوئی دول و غیرہ بنالینا جائز ہے لیکن اگر قرآن شریف کی آیت یا پھر اس کی قیمت اپنے خرچ
میں لانا جائز نہیں بلکہ اس کا عمدہ کرنا واجب ہے۔ اور اس صدقے کا مصرف وہی ہے
جو رکوع کا ہے۔

قربانی کی کھال کسی خدمت کے معاوضہ میں لینا جائز نہیں۔ بجز مسجد کے
موازن یا امام وغیرہ کے حق اللہ مت کے طور پر ان کو کھال دینا جائز نہیں۔ وہی طرے جانور

نہ کرے والے کی اجرت میں بھی آجائے رہتا جائز نہیں۔

نصیر دُشمن میں مدارسِ اسلامیہ کے عزیز و ملا دارطوبہ ان کھانوں کا بہترین مصروف ہیں کیونکہ وہیں صدقے کا ثواب بھی ملتا ہے اور دین کی شاعت کا ثواب بھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مشروعی اچھی برکتوں سے مالا مال ہونے کی توفیق
 نصیب فرمائے اور قربانی کا فریضہ سرانجام دینے کی توفیق نصیب
 فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



موتوں کا	معدے کا بچہ ہے
تھکے	دھم سے ہوا، رشتہ کا ٹھکانہ، مٹی کی جہنم کا گھر
دھم	پانچ صد سال کا دھم، دھم، دھم، دھم، دھم
تاریخ	سراج و قلم
تاریخ کا دھم	ایک دھم کا دھم
دھم	دھم کا دھم

﴿عہدے کا پرہ﴾

2014

الحمد لله حمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به
ونوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن
سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل
الله فلا هادي له ونشهد أن لا اله إلا الله وحده
لا شريك له ونشهد أن محمداً عبده ورسوله
صلى الله تعالى عليه وعلى
آله وصحبه أجمعين وسلم تسليماً كثيراً كثيراً

١٠٠

تحت إشراف حبيبته عمه الكريم ابن مائة السبعين
وعلى الله تعالى عهدته جعل الله صبيته عبد
والمعلم رحلاً من الألف على الزكاة فيقال له
التيه فلما فقه قال له نعم وجهه أهدى له فقه

کے متعلق بہت اہم بنیاد پر مشتمل ہے۔ اس حدیث کو نقل کرنے والے صحابی ابو حمید
عبدالرحمن بن سائد المدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

جنا بے رسول اللہ ﷺ کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ اہمیت رسول کی
جائی تھی۔ بعد میں بھی کافی عرصہ تک اسلامی حکومتیں رہا کہ رسول لڑتی رہیں۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیوت طیبہ میں ہر بار حکومت بھی کی تھی۔ چنانچہ آپ مختلف مقامات پر مختلف قباہتوں کی
طرف زکوٰۃ وصول کرنے میں کامیاب ہو کر واپس آتے تھے اور چھوڑ دینا کہ شرعی قوانین اور
مات پختہ کے مطابق شرعی مصارف پر خرچ کی جاتی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ
ان بنیامین کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر مقرر کرتے دیکھا۔ جب وہ واپس آئے تو انہوں
مال کے بارے میں فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے یعنی یہ حکومت اسلامی کے زیرِ اہمیت
آئے تھے اور شرعی مصارف پر خرچ ہو گا اور انہوں نے مال کے بارے میں کہا کہ یہ مجھے ملے

ہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو ان کی یہ بات نہ مقرر کی۔ آپ ﷺ پر مقرر کیا۔ اور
عدو کے بعد فرمایا کہ میں تمہیں سے کسی شخص کو زکوٰۃ کی وصولی کے لیے مقرر نہ کرنا
ہوں لیکن جب وہ واپس آئے تو کہتا ہے کہ فلاں مال مسلمانوں کے لئے ہے۔ انہوں
مجھے تھوڑے دیا۔ کہہ دو اپنی بات میں یہ تو چھوڑ دو اپنے دہے یا اپنی مال سے
نہ جان لیں تو نہیں بیٹھ جائے۔

یعنی اگر وہ اپنی اس بات میں چاہے تو پھر انہیں اپنے کے بجائے اپنے مال میں
وہی رہا۔ اس قبیلے کے لوگ اس کی ذات سے محبت کرنے والے تھے۔ تو اسے اپنے
نہ کر کے دے دیتے اور اس صورت میں نہ کوئی تھوڑا نہ کر دے۔ تو اس نے ہمارے
میں بھی لیا کہ لگا کہ یہ ان کو تھوڑے مال ہے لیکن اب یہ افسوس کی بات ہے۔ وہ وہاں سے
تھے۔ تو اس کے لئے ان کا لینا کسی طرح ہونا نہیں۔

ہوں گے بعد آپ نے فرمایا

وَاللّٰهُ لَا يَأْخُذُ أَحَدًا مِّنْكُمْ شَيْئًا بَغَيْرِ حَقِّهِ إِلَّا لَعَنَ اللّٰهُ

تَعَالٰی بِحَسَنِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ﴿۵﴾

”بظنہ اگر میں سے کوئی کوئی چیز بغیر حق سے نہیں لے سکتا مگر یہ کہ

وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا۔ اس چیز کو اس

نے پناہ دینا چاہا تھا کہ یہ ہوگا۔“

یقیناً جس چیز کو بھی وہ بغیر حق کے لے گا وہ چیز اس رقیاست کے دان

لدی ہوگی۔ اس بات کی مزید تفصیل رشتہ فرمایا ہوئے ہیں

۵ فَلَا تَصْرَفْنِیْ اِنْ خُذْتُ مِنْ لَّدُنِّیْ اِلَّا بِحَقِّهِ یَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

اَوْ بَصُورَةٍ حَیْرٍ اَوْ شَاةٍ فَبِعِزَّتِیْ

”ایسا نہ سو کہہ فرماتے ہیں تم میں سے کسی کو پہنچے کہ وہ اللہ تعالیٰ

سے اس حالت میں لے کہ اس نے اپنے اوپر اوستہ کا تھا رکھا ہو

اور دانت اپنی آواز میں نکال رہا ہو یا ہاتھ جو اپنے اوپر تھا رکھا ہو

اور وہ بھی آواز نکال رہی ہو یہ خبر لی و لھا رہا ہو اور وہ میں میں

نہ رہی ہو۔“

دنیا میں جو عوام نے جتنا طریقے سے آئے گا، آخرت میں سب پر لدا ہوگا:

اس زمانے میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تو جو لوگوں کی

نکوۃ جانے اس کی عقل میں ملتی تھی یہ رسول شریعتی کہ تھا اسے انہوں نے پائی نہ دیکھ

میں لیا جائے گا اور خبریں اس کے بعد اس میں یوں ملے گی کہ اس میں اتنی خبریں نہ تو ملے گی کہ

نہ پائی گئی۔

عرب میں عام طور پر گلہ بانی کا رواج تھا۔ لوگوں کے پاس جو نور بہت ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سے جانوروں کی شکم میں زکوٰۃ وصول ہوتی تھی۔ زکوٰۃ میں اونٹ بھی آتے تھے، گریاں بھی ملتی تھیں، اونے بھی آتے تھے اور سینڈھے بھی آتے تھے اور گائے بھینس بھی آتی تھیں۔

تو آپ نے فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت میں تم اللہ سے اس حال میں ملو کہ تمہارے اوپر اونٹ، گائے اور بکری سوار ہو۔ کہاں تو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اونٹ اس لئے بنایا تھا کہ تم اس پر سواری کرتے ہو، لیکن اگر وہ اونٹ تم نے دنیا میں ناجائز طریقے سے حاصل کیا تھا مثلاً چور سے لیا تھا، رشوت کے طور پر لیا تھا تو آخرت میں یہ اونٹ تمہارے اوپر سوار ہوگا۔

اور یہ بات صرف اونٹ سے ساتھ خاص نہیں بلکہ اگر کوئی جانور ناجائز طریقے سے حاصل لیا تھا تو وہ بھی اوپر سوار ہوگا جیسے یہ بات صرف جانوروں کے ساتھ بھی خاص نہیں بلکہ کسی بھی شخص نے دنیا میں کوئی بھی مال ناجائز طریقے سے لیا تو آخرت میں جب میدانِ حساب میں آئے گا تو وہ مال اس پر لدا ہوا ہوگا۔ اگر وہ چند مٹی، پوریاں ہیں تو وہ لدی ہوئی ہوگی اور اگر وہ سو پوریاں ہیں تو سو کی سولہ کی ہوگی اور اگر وہ مکان یا زمین ہے تو وہ لدی ہوئی ہوگی۔

تو اس حدیث کا خلاصہ یہ نکلا کہ دنیا میں کوئی بھی شخص اگر کسی کاماں ناجائز طریقے سے لے گا تو آخرت میں وہ مال اس کے لئے وبال جان بنے گا اور اس مال کے ذریعے سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔

یہ حدیث ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور فرمایا:

﴿إِنَّ لَهُمْ قُلَّ بَلْعَةٍ﴾

”اے اللہ! کیا میں نے (آپ کا پیغام) پہنچا دیا۔“

گویا آپ نے اپنی ذمہ داری کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ کو دودھ پلایا۔ اس میں اس کا نسب اتر رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف خیر خواہی کے ساتھ پہنچا دینا ہے۔ عمل کرنے امت کی ذمہ داری ہے۔

ہدیہ لینا دینا مستحب ہے۔

ابن الحلیہ کا جو واقعہ میں نے ابھی بیان کیا، یہ ایک اہم واقعہ ہے۔ اس سے شریعت کا ایک اہم قانون سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ اگر تمھیں وقعت فتنہ اور ہدیہ ہے تو وہ باقی اچھی چیز ہے۔ ہدیہ اور تحفے کا دینا بھی مستحب ہے اور قبول کرنا بھی مستحب ہے، دونوں کام سنت سے ثابت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایا دیا بھی کرتے تھے اور اگر کوئی آپ کو ہدیہ پیش کرتا تو آپ اسے قبول بھی فرمایا کرتے تھے۔ بشرطیکہ وہ ہدیہ جائز طریقے سے دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ لینے اور دینے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ”آج میں ایک دوسرے کو ہدایا لیا دیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔“ اور ایک مرتبہ فرمایا کہ ”اگر تمھیں کوئی شخص ہدیہ دے تو چاہے وہ کتنا ہی معمولی سا ہو تو اسے حقیر سمجھ کر بھارت دے دے۔“ اے اللہ! اسے قبول کر لے۔“

عہدے کی وجہ سے ملنے والا ہدیہ رشوت ہے۔

لیکن ہرے کے یہ سارے فضائل اس وقت تک ہیں جبکہ وہ واقعہ ہر یہ ہو۔ اس حدیث سے ہدیہ کا یہ قانون سامنے آتا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی ہدیہ اس کے عہدے کی وجہ سے ملا ہو تو وہ ہدیہ نہیں بلکہ رشوت ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے۔ ابن الحلیہ کو یہ تحفہ وہاں سے ملا تھا جہاں سے وہ زکوٰۃ وصول کرنے گئے اور ظاہر ہے کہ وہاں

کے لوگ ان کو جاننے والے نہیں تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ رشتہ داروں نے یا پرانے دوستوں نے قحط دے دیا تھا۔ بلکہ ترکوٹ کی وصولی کیلئے افسرین کر گئے تھے تو کچھ لوگوں نے انہیں یہ چیزیں دینے کا وعدہ کر دیا تھا، بد یہی کہہ کر دیں توں گی لیکن یہ دینا سابقہ روزی اور تعلقات کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ اس بنیاد پر تھا کہ یہ ایک افسر ہیں اور جو قحط عہد سے کی بنیاد پر ملے دوس کے بارے میں فقہاء کو م نے صراحت کی ہے کہ یہ رشوت ہے۔

کونسا قحط عہد سے کی بنیاد پر ہوتا ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے پتہ چلے کہ کونسا قحط عہد سے کی بنیاد پر ملا ہے اور کونسا قحط ذاتی تعلقات کی بنیاد پر ملا ہے۔

اس کی پچھان بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً یہ کہ آپ کو کسی محکمے میں افسر مقرر کیا گیا۔ افسر بننے سے پہلے آپ کے کچھ لوگوں کے ساتھ ایسے تعلقات اور مراسم تھے کہ وہ آپ کو قحط دیا کرتے تھے، دوست تھے، پڑوسی تھے، آپ کے رشتہ دار تھے یا آپ کے عقیدت مند تھے، اور وہی لوگ عہد سے کے بعد بھی آپ کو بد یہ دینے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ بد یہ عہد سے کی جہ سے نہیں بلکہ ذاتی تعلقات کی جہ سے ہے۔ اور اگر قحط دینے والے نئے آئے ہیں جو پہلے موجود نہ تھے۔ جب سے صاحب بیمار ہو گئے کھڑے ہیں تو کوئی نیپ ریکارڈ لے کر آ رہا ہے، کوئی ٹیلی ویژن لے کر آ رہا ہے کوئی فریج لے کر آ رہا ہے اور کوئی اسے لے کر آ رہا ہے۔ اب یہ جو قحط کی بہت شروعات ہوئی ہے تو یہ قحط نہیں جہنم کے انگارے ہیں کیونکہ یہ رشوت ہے۔

کاروں کی لمبی قطار:

ہمارے پاکستان آج کل رشوت جو بڑے پیمانے پر لی اور دی جاتی ہے۔ دو

عام طور پر چھوٹے ہی کے نام سے دی جاتی ہے۔ ایک بہت بڑے افسر تھے کروڑوں کے ٹھیکے منظور کیا کرتے تھے۔ جب ان کی عہدہ داری کی شانوں کوئی تو معلوم ہوا کہ ان کی کاروں کی ایک لاش ٹکی ہوئی تھی۔ کوئی مرید بڑا لایا تھا کوئی ٹوپو، لایا تھا دو کوئی دوسری کار لایا تھا۔ اعلیٰ درجے کی شاندار کار میں تھیں لیکن یہ سب حرام مال تھا کیونکہ یہ عہدہ سی وہاں سے آیا ہے۔ چنانچہ وہ صاحب اب بھی زندہ ہیں لیکن اب ان کے بالے دو تھے نہیں رہے۔

اللہ تعالیٰ ایسی کار سے پناہ دے رکھے۔ دنیا کی زندگی تو جہاد میں گذر جاتی تھی، کسی کو کاروں بھی کچی تو لے۔ وہ کہتے ان استعمال کرے گا۔ آخرت میں وہ کہہ رہے انسانی پائے گی۔ دنیا میں تم کوں پر داری کرو گے، آخرت میں وہ تم پر سوار ہوگی اور اتنی بڑی کار ہوگی اتنا تن اس کا بوجھ زیادہ ہوگا۔

عہدے کے سوار سے چھٹے گھر گھر جا کر واپس گئے:

ہمارے ایک دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ بانی محبت کرنے والے دوست ہیں۔ وہ ایک زمانے میں بڑے بڑے عہدوں پر رہے۔ آخر زمانے میں اپنی کمزور ہوئے۔ ہمارے یہ تعلق دوست تھے۔ دینے تو میں ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ وہ ہماری دعوت لیا کرتے تھے اور ہم ان کی دعوت کیا کرتے تھے۔ لیکن جب وہ فریق کمزور ہو گئے تو ان زمانے میں میری مسرت و فحاشات کچھ ایسی رہیں اور آج میرا دل بھی نہ چاہتا کہ کسی وہاں سے نہ ان کے گھر جانا اور نہ ان کے دفتر یا کاروبار دیکھنا آجاتے تھے اور بعض مسائل میں مشورہ بھی کرتے تھے۔

ایک دن انکا بیٹا مجھ سے ملا۔ وہ بڑا نیک لڑکا تھا۔ ماشاء اللہ ہمارے دوست بھی بڑے نیک تھے۔ جیسا کہ اب کہ ہمارے اہل جان کے پاس آج کل چھتے بہت کم رہے۔

ہیں۔ کوئی فریغ مے نہ ہے، کوئی ہرگز شعر لے آتا ہے۔ کوئی فرنیچ لے آتا ہے، وغیرہ۔ یہ تجھے پہلے تو نہیں آتے تھے، آئی کس آ رہے ہیں۔ آپ درالین کو سمجھ لیں۔ میں نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ انتہاء اللہ میں انہیں سمجھ آں گا۔

اُن کی زمانے میں ان کا بیوا دلہ ہو گیا۔ تو ان وقت بھر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ جرحے، دلچہ دہ سے ہیں۔ درالین طانیال کرتیں۔ جو ان کو کمر پوچھنے کے لیے کہیں مطلب میں لے آئی کہ یہ سب قطعے رشادت ہیں اور غروم ہیں۔ انہیں یہی فکر ہوئی۔ انہوں نے تنہوں کا سہارا۔ مالان لوگوں کو شہر کمر جا رہا ہے۔ یہی۔ خاص وہ اپنے شے جو اپنا گھر چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو گئے تھے۔ تو عیاشی کے ان کے لئے گھر دیں تھے۔ خلیجے۔ بعض لوگ فوت ہو چکے تھے تو ان کے وارث۔ کو یہ سامان پہنچاتے۔ یہ ان کے مال تحفہ کی ہے۔ مست ہے۔ اس کے تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عذاب سے بچا لیا۔

عہدے کا تحفہ مدرسوں میں بھی ہوا کرتا ہے:

یاد رکھیں کہ مدرسوں کے امداد مہدوں کی وجہ سے تجھے ملنے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ اگرچہ مدرسوں کے امداد کوئی قدرتی اور مہد سے نہیں ہیں لیکن ایسا ہونگتا ہے کہ کسی تنظیم یا استاد کو اپنے ذوقی مقصد کے لئے تحفہ دیا جائے۔ رخصت یا۔ ملائی ایک ضرورت اور تاد کے ساتھ ولایت ہوتی ہے۔ سمجھیں میں یہ سن یہ نقل کرنا استاد کا کام ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض مرتبہ دھم کے امداد عاریت کرنا یا نہ کرنا استادوں کا کام ہوتا ہے۔ اسی طرح مقصد کے بھی کچھ ضرورت ہوتے ہیں۔ ملازمین کا عرس و نسب اور ان کی ترقی و تہذیب کا کام ہوتا ہے۔ یہ ہے۔ پھر ان کے نصیحتہ داروں نے ساتھ ہی معاملات ہوتے ہیں۔ ان کے معاملات میں اس بات کا خیال ہو جاتا ہے کہ کوئی چاہے: یہ وہ اپنی ذاتی غرض کی وجہ سے ہے

اے مہربانوں! میں نے اس حالت میں اہل ذمہ کو روکنا چاہیئے۔

میر کی ذاتی احتیاج:

آج کوئی طالب علم یہ کہہ پاس سوال کے شروع میں جہیے لے کر سکتا ہے۔
 اگر یہ طالب کی بھائی الخاریت محبت کی سہارے قحط لے آتی ہے کیونکہ ہمارے طالب اپنے
 سرگرمی سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن سارے شام میں داخلے کے دنوں میں قحط لپٹے
 سے مجھے برا لگتا ہے۔ چنانچہ ان کوئی ایسا علم سب علم داخلے لپٹے آیا ہو تو اب تک اس کا
 داخلہ نہیں ہوتا۔ میں اس کو قحط قبول نہیں کرتا۔ اسب و غلہ ہو چکا ہے اور نظام الامینین
 ہو جاتا ہے کہ اب میرے سے اس کی کوئی تفریق نہ رہے۔ ان کا نہیں رہی تو پھر اس کو قحط انکار
 دیتے ہیں تو قبول کر لیتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ان چیزوں میں بہت احتیاطی ضرورت ہے۔ اعدائے انہیں
 مسموم کرتے ہیں۔ چائے اور قحط بھارت کے بھی پی لے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین

www.KitaboSunnat.com



دیوبندیکت کیا ہے؟



﴿یو یو بندیت کیا ہے؟﴾

خطبہ مسنونہ:

الحمد لله محمد و نستعينه و نستغفره و نؤمن به
و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور أنفسنا و من
سبائ أعماننا من بهدو الله فلا مضل له و من يصله
فبلا غباري له و نشهد أن لا إله إلا الله وحده
لا شريك له و نشهد أن سيدنا و سئدنا و مولانا
محسداً عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على
آله و صحبه اجمعين و سلم تسليماً كثيراً كثيراً

اما بعد!

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمن
الرحيم.

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا
تَبِعُوا خُفُوتَ الشَّيْطَانِ إِنَّ لَكُمْ عَذْرًا مَبِينًا ۝

1000

چھوٹکوں سے یہ چراٹ بچھایا نہ جانے کہ۔

بزرگان محترم! حضرت امام علی (ع) فرماتے ہیں: "مَنْ عَزَّزَ قَوْلَهُمْ بَدَأَ فِي مَالِهِ".

میں اپنے جذبات مسرت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی تھیں۔ وقتے آپ خطرات سے پرانی آہ میں اپنے دل کی باتوں میں پام نہ ہوں۔ آپ خطرات سے ہنسنے کی بات اور ان کی شخصیت کی یہ بات ہے کہ تمام مرد و زنانہ میں مسئلہ امن و امان ہے۔ آج کل کی حالت میں آپ خطرات کا یہ جذبہ بہت مضبوط ہو گیا ہے اور خوش آمدید بھی۔ اور اسی سے یہ واقعہ ظاہر ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم سے اپنی طرف سے یہ غور و فکر میں پہنچا جانے لگا اور اللہ تعالیٰ

چونکہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو

اس جامعہ میں حاضری کا شوق

[illegible]

اور دوسرے میں وہ ہے کہ یہ امر بخدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ممکن ہو گا۔

لہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر بڑے بڑے
کاہریہاں آتے رہتے ہیں۔ ان کی برکات یہاں ہیں۔

بزرگوں کی برکتیں معمولی چیز نہیں:

بزرگوں کی برکتیں معمولی چیز نہیں۔ یہ برکتیں محسوس تو ہوتی ہیں لیکن فقر نہیں
نہیں۔ جہاں بزرگوں کے قدم پہنچتے ہیں۔ اس کے انوار و برکات اس علاقے میں پھیلتے
ہیں۔ یہ سالانہ اجتماع اس بستی کے لوگوں کیلئے اور بھی باعث رحمت ہے کہ یہ بزرگوں کی
تہ کا ذکر جاریں جاتا ہے۔ جس سے انکے اللہ کی بستی کو برکتیں نہیں سب ہوں گی اور ہوتی
رہتی ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کی ایک اہم خصوصیت: اتباع سنت:

ہم سب کی نسبت الحمد للہ اس آخری دور کی عظیم ترین درسگاہ دارالعلوم دیوبند
سے ہے۔ اور دارالعلوم دیوبند کی سب سے بڑی خوبی اور خصوصیت صرف ایک ہے کہ
اس کو تاجدار دو عالم کے روضہ اقدس سے کچی اور کچی نسبت نصیب ہے۔ یہی دارالعلوم
دیوبند یا مسلک دیوبند کوئی فرقہ نہیں ہے، کوئی نئی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ درحقیقت آنحضرت
ﷺ کی نسبت کا ترجمان اور آپ ﷺ کے صحابہ کا نمونہ ہے۔

پاکستان میں جانے کے بعد میرے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا
مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیوبند سے ہجرت کر کے یہاں آئے۔ دیوبند ان
کا اصلی وطن تھا۔ وہیں پیدا ہوئے تھے، وہیں پڑھا تھا، وہیں پڑھاتے رہے، وہیں مفتی
مقرر ہوئے، ہماری ابتدائی تعلیم بھی وہاں ہوئی، جب ۱۹۴۸ء میں ہم نے پاکستان میں
ہجرت کی تو میں دارالعلوم دیوبند میں وجہ حفظ میں پڑھتا تھا۔ چند روز پارے حفظ کر چکا

تھا۔ باقی پارے پاکستان میں حفظ کئے۔ پھر دارالعلوم کراچی میں ہی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۶۰ء میں فارغ ہوا۔ پھر دارالعلوم میں ہی تخصص میں داخل ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ اسباق بھی میرے پیر ہوئے۔ اس زمانے میں والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی مرتبہ دیوبند کا سفر کیا۔ میں بھی اس سفر میں والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھا۔ تھانہ بھون اور دہلی میں بھی چانا ہوا۔ دیوبند میں چونکہ ہمارا قہار دھار خاندان آج بھی موجود ہے۔ اس لئے وہاں زیادہ دیر تک قیام ہوا۔ حضرت والد صاحب کی آمد کی خبر سن کر ہندوستان کے دور دراز حلقوں میں تک بکال اور آسام تک کے لوگ سفر کر کے آگئے تھے اور والد صاحب کے درگزر ہر وقت ملنا کر رہا اور مفتی صاحبان کا احترام رہتا تھا۔ ان کے جو مشکل مسائل انکے ہونے لگے، وہ مسائل حضرت والد صاحب سے حل کراتے رہتے تھے۔ وہاں کے امراء اور طلبہ کی خواہش پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں خطاب فرمایا۔

اُس میں آپ نے فرمایا کہ شاید آپ حضرات اس بات کے منتظر ہوں گے کہ میں آپ کے سامنے ایسی علمی تحقیق بیان کروں گا جو پہلے کم سنئی گئی ہو اور آپ وہ وہاں کریں گے لیکن آج میرا ویسا کوئی راہ و نہیں ہے کیونکہ یہ عنوان میں اسی دارالحدیث کی چوکی پر بیٹھ کر کئی برسوں تک کرتا رہا ہوں اور اب میں نے توبہ کر لی ہے۔ اللہ مجھے معاف کرے۔ اس نیت سے تحقیقی ورطیں بیان کرنا کہ لوگ وہ وہاں کریں، بہت بڑا برم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نیت سے بچے۔ لہذا میں ایسی کوئی چیز آپ کے سامنے ذکر نہیں کروں گا میرے پاس کوئی نئی تحقیق نہیں ہے اور نہ میں کوئی بڑا محقق ہوں۔ بات میں سیدھی سادگی بات بتلانا چاہتا ہوں کہ ”دارالعلوم دیوبند کیا چیز ہے۔“

فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند کوئی رت ہے جس کی پوچھائی جائے، نہ کوئی فرقہ ہے جسے دنیا کے دوسرے مسلمانوں سے الگ سمجھا جائے بلکہ ”دیوبند نام ہے رسول اللہ

شیخ نے اپنی سنت کی تصحیح کے لیے تاج کا۔ ”نعمام“ میں بھی اور باطن میں بھی شریعت میں بھی اور
طریقہ میں بھی، علم میں بھی، دھرم میں بھی، کسی دین کا حاصل ہے۔ یہی دین ہند کا ہے۔
تاج۔ یہ دور ہیں دین ہند کا مسک ہے۔

[illegible]

ہم اپنا الگ نام "دیوبندی" کیوں رکھیں؟

اور میں آپ کے سامنے اپنی بات عرض کروں۔ چونکہ میرا اصلی وطن ریو ہند ہے۔ میرا بچپن وہیں گذرا ہے۔ میرے آباء اجداد وہاں کے رہنے والے تھے تو پاکستان آنے کے بعد طالب علمی کے زمانے میں میں اپنے مائے ماتحت "ریو ہندی" غلطی مرتکب ہوا۔ اور مجھے اس کا حق بھی تھا کیونکہ ریو ہند میرا وطن تھا۔ ورنہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ میرے طالب علمی کے زمانے میں مجھے اس سے منع نہیں فرمایا، لیکن اسباب میں وہ معلوم نہیں۔ میں ہونگیا تو مجھے منع نہ کرتے۔ ورنہ آج یہ رہا کرتا کہ اپنے نام کے ساتھ "ریو ہندی" مست کھا کر۔ اور چہ یہ بیان فرمائی کہ اس۔ نہ کرو۔ ہندی اور فرقہ واریت کی برائی ہے۔ ہم اپنے آپ کو "ریو ہندی" کہیں نہیں۔ اور جو ہندی کہنے کا مطلب آپ ہونا کہ ہم باقی اس واسطے ہے۔ پھر تک نہ کہیں۔ اور واقعی الگ فرقہ نہ بنانے کا ہم ارادہ ہے۔

اللہ جی بڑے رحم کرنے والا ہے۔ ان کی خدمت کے پرستار ہیں اور ان کے ناموس پر سب کچھ قربان کرنے والے ہیں چاہے ہیں تو ہم اپنا اللہ نام "یونہی بڑی" کیوں رکھیں!

دیوبند میں "فرقہ واریت" کی کوئی تعلیم نہیں تھی۔

یہ دیوبند کا مزارع ہے۔ دیوبندیوں میں فرقہ واریت کی کہیں کوئی تعلیم نہیں تھی۔ اکابر دیوبند میں سے کوئی بھی مسلک کی بنیاد پر اپنے نام کے ساتھ دیوبندی ٹیکر لگاتا تھا۔ بیوناک اسلام میں اگر وہ ہندی جائز نہیں ہے، کھد بہت بدترین کلمہ ہوں میں ایک آواز ہے۔ یہ واقعہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے میں ایک مرتبہ ایک نژاد و ملیں ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان ٹھکارا ہو گئی۔ انصاری نے اپنی مدد کے لئے انصار یوں کو پکارا کہ ”یا ایہا انصار“ اور مہاجر نے اپنی مدد کے لئے مہاجروں کو پکارا کہ ”یا مہاجرین“ جب آنحضرت ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ کو سخت ناخواری ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ:

٥. دَعَا هَا فَابْتَلَاهَا رَبُّهُ ۖ

”یہ الفاظ چھوڑ دو کیونکہ یہ بدادوارانہ طرز ہیں۔“

{ بخاری، کتاب الفیہ، رقم الحدیث ۲۴۹۷، ۲۴۹۸، ۲۴۹۹، ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، ۲۵۰۲ }
 { بخاری، کتاب الفیہ، رقم الحدیث ۲۴۹۷، ۲۴۹۸، ۲۴۹۹، ۲۵۰۰، ۲۵۰۱، ۲۵۰۲ }

آپ نے "بلا انصار" اور "یا لعلیٰ جرین" سے الفا لاکوید ہوا و قرار دیا حالانکہ انصار کی جماعت متقی مقصد اور مہاجرین کی جماعت بھی متقی مقصد۔ لیکن آنحضرت کے اس اشارے سے معلوم ہوا کہ قرآن مقدس ناموس کی بھی فرقہ واریت کی بنیاد پر استعمال کیا جانے کا تو ان کے اندر بھی جہالت اور کفر کی بدبو دھائی۔ حدیث میں آپ صریحاً فرماتے ہیں کہ جس کی طرف اشارہ فرمایا اس سے زمانہ جاہلیت کی بدبو مراد ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب قبائل آپس میں لڑتے تھے۔ ایک دوسرے کے خون کے پات

رہے تھے اور قبا کی تعصبات کا شکار تھے چنانچہ برآوی اپنے قبیلے کا ساتھ دیتا تھا خواہ وہ حق پر ہوتا یا باطل۔

غور کیجئے کہ انصار اور مہاجرین کی جہا شخصیں ایسی رہائشیں کہ ان کے فضائل میں قرآن مجید پڑھا ہے اور باطن پر سچا ہے یہ دونوں طبقے ہمارے تاج و دریا ہیں لیکن جب یہی الفاظ مسلمانوں کے درمیان پھوٹ گئے، نئے قبیلے استعمال ہونے لگے تو آپ ﷺ نے انہی کو بددور فرمایا۔ اسی لئے والد صاحب نے مجھے فرمایا کہ تم اپنے نام کے ساتھ ”دیوبندی“ مت لکھ کر دو۔ چنانچہ اس روزت میں نے اپنے نام کے ساتھ ”دیوبندی“ لکھنا چھوڑ دیا۔ اب اپنے نام کے ساتھ ”عثمانی“ لکھتے ہوں کیونکہ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت یہ ہے کہ ہمارا نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا ہے۔

ہمارے اندر سے ”دیوبندییت“ کی خصوصیات و رخصت ہو رہی ہیں۔

میں آج آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ ہمیں دیوبند والوں کی نسبت حاصل ہے اور ہم اپنے آپ کو مسلک دیوبند کا پیروکار بھی سمجھتے ہیں لیکن دونا اس بات سے ہے اور میں یہ بات صاف کہتا ہوں کہ ہم نے اپنے مسلک دیوبند کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم خود اپنے ہاتھوں سے مسلک دیوبند کو دفن کر رہے ہیں۔ مسلک دیوبند اسلام کا نام تھا، تاریخ اور انکساری کا نام تھا، اور دانش کا نام تھا، علم اور تحقیق کا نام تھا، استواری اور امانت کا نام تھا لیکن آج یہ باتیں ہمارے اندر سے رخصت ہو رہی ہیں۔

ہمارے بزرگوں سے ہمیں لڑائی جھگڑا نہیں ہو سکتا۔

ہم نے کبھی ایسے دیکھا کہ ایسے بند میں برفیوں کے خلاف سخت کڑائی ہو رہی ہو

یہ شیعوں کے مخالف تقریریں دوری نہیں۔ یہی تحقیق ضرور ہوتی تھی۔ بریلوی مسکب کی جمعہ جلسوں میں، اول سے ان کی لکے تدنیٰ کی جاتی تھی اور اول سے ساتھ ہی کو عبارت لیا جاتا تھا۔ رافضی اور شیعوں کی خلاف کاریوں کو بھی واضح اور واضح الفاظ میں تحقیق کے ساتھ بیان کیا جاتا تھا نہیں ہمارے بزرگوں نے جس لڑائی جھگڑا نہیں سکھایا۔ چنانچہ یہ بند میں بھی شیعہ کی قسم نہیں۔ ہاں کبھی دو ہندو بڑی فسادات ہوئے تھے، بلکہ دین اور غیر بلکہ دین فسادات ہوئے۔ نوادہ سے مجھے میں شیعہ کہتے تھے لیکن نہیں بھڑکائیں ہوا۔ اب شیطان نے یہ کام کیا کہ مسلمانوں کے درمیان چھوٹ ڈال دی اور ان کو آپس میں خوب لڑو۔ ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو تعلق اور متعلق یہ ظاہر تھے، انہوں نے بغض، بھڑکائیں اور ان کو بھڑکائے پھوٹے کے مواقع مل گئے۔

آج ہمارے ملک اپنی آزادی کھو چکا ہے۔ وہ اس لیے ہوا کہ ہم نے اپنے فرائض کو نہیں کیا ہوا اور ہماری حکومت نے جو راہ ارادہ کیا، وہ ان کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہے۔ یہ سب جموں کے ہوا ہے کہ ہم متحد نہیں تھے۔ ہم نہ تو نہیں۔ ہم قرآن و سنت کی تعلیم کو چھوڑے ہوئے تھے اور ہم بڑے ہندوئی تعلیمات کو پھوڑے ہوئے تھے۔

ہمارے بزرگوں نے سب کام کر کے دکھائے:

ایک بند نے نہیں یہ سکھایا تھا کہ اسلام صرف فقہ ہے اور عبادتوں کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام برائی زندگی کا دستور ہے۔ اس میں ایمان و نعرہ ہوتا ہے۔ عبادت و عبادت و عبادت ہوتی ہیں جن میں عبادت، معاش و معاش، اخلاق، یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ ان میں کدوں کے بغیر ان میں نہیں ہوتا اور مسلمان پورا مسلمان نہیں ہوتا۔ ہمارے بزرگوں نے اپنی عملی زندگی سے ثابت کیا ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ یہ ہے۔ ان کی اصلاح و اصلاح میں وہ مردوں کے ساتھ بڑے اور آپس میں شہرت کی انہی درجے میں ان کی عزت

کہ وہ لوگ سچے بہ کرام رسولان اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مولہ بن گئے تھے۔ پورے دین کو سنبھالا
تھوہ صرف ایک کسر باقی رہ گئی تھی وہ یہ کہ انگریزی مساواتی سچہ سے اسماعیلی حکومت کا سر
کرنے والے وہ یہ بن کی مجبوری تھی لیکن اس کے علاوہ انہوں نے باقی سب کام کر کے
دکھائے۔

پانچمی اختلافات میں ہمارے بزرگوں کا طرز عمل:

ہمارے بزرگان دیوبند میں اختلافات بھی ہوئے تھے کہ بڑے بڑے
اختلافات بھی ہوئے لیکن شدید اختلافات کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کا اتنا پارہ
اتھا کرتے تھے کہ آج ہم اپنے استواروں کا بھی اتنا احترام نہیں کرتے۔

پاکستان کی تحریک چل رہی تھی۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
عالیہ میرے والد ماجد اور علامہ کی ایک بڑی جماعت تحریک قیام پاکستان میں ٹل گئی تھی
لیکن شیخ الاسلام علامہ حسین احمد فی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے ساتھ علامہ کی ایک بڑی
جماعت پاکستان کے قیام کو نبوی طرز پر مسلمان کے لئے مضبوطی سمجھتی تھی۔ بہر حال
بزرگوں کی دو جماعتیں مختلف نظریوں پر کام کر رہی تھیں۔ دونوں کے پاس وکیل تھے اور
دونوں کا یہ خدشہ غلامی اور غلامیت کی بنیاد پر تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیام پاکستان کے
آج کی علامہ نے دارالعلوم دیوبند میں رہتے ہوئے یہ اختلاف تمام نہیں کیا بلکہ وہاں سے
استعفیٰ لیا اور اس کے بعد تحریک پاکستان میں لگے کہ دارالعلوم دیوبند کی درس گاہ کو نقصان
نہ پہنچے۔ یہاں کے فتوے مختلف نہ ہوں۔ یہاں کے یہاں سے میں تفسیر کرتا ہوں۔

مولانا اعجاز علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قابلِ تہنید واقعہ:

میرے لئے بعد پانچمی اختلاف ہمارے معاملہ ملا علی قاریؒ کے ایک روز بعضی نماز

کے بعد ہمارے گھر پر ہمارے والد اور ان کے رفقاء کی مجلس مشورت ہو رہی تھی۔ (علامہ شمس احمد ثنائی صاحب نے یہ نہیں سمجھا تھا۔ یہ مجھے سب یاد نہیں رہا) دوران مشورہ کسی بات کے بارے میں یہ رائے آئی کہ اس سلسلے میں شیخ الاسلام اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بات کرنی چاہیے۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دارالعلوم دیوبند میں تھے اور والد صاحب کے مستقلی ہونے کے بعد دارالافتاء کا تمام امور انہوں نے سنبھالے ہوئے تھے۔ آپ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے کے حامی تھے لیکن والد صاحب کے خاص استاواروں میں سے تھے۔ بدولت والد صاحب نے سب سے زیادہ کتابیں مولانا اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پڑھی تھیں۔ آپ دیکھنے والا اور شاعر کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود یہ طے ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام صاحب سے اس مسئلے میں ملاقات کرنی چاہیے۔

ان بزرگوں نے مجھ سے کہا کہ پڑھ کر دیکھ کر آؤ کہ حضرت تشریف رکھتے ہیں یا نہیں؟ میں پچھلے نو دس سال مرہوٹی۔ مجھے معلوم تھا کہ حضرت زیادہ وقت دارالافتاء میں گزارتے ہیں۔ گھر بہت کم جاتے ہیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد کچھ وقت تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ حضرت اس وقت دارالافتاء میں ہوں گے۔ میں دارالافتاء گیا تو وہ بند تھا۔ مجھے یہ چاہیے تھا کہ اس پاس کے کسی آدمی سے پوچھ بیٹھا کہ حضرت اندر تشریف رکھتے ہیں یا نہیں؟ لیکن میں نے یہ طاقت کی کہ دروازے پر دستک دے دی۔ حضرت آرام فرما رہے ہوں گے۔ باہر تشریف دے، پوچھا کہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں فلاں ہوں اور مجھے ہانے یہ دیکھنے کے لئے مجھنا ہے کہ آپ تشریف رکھتے ہیں یا نہیں؟ فرمایا اچھا اور پھر دروازہ بند کر دیا۔ میں واپس چلا آیا۔ راستے میں کسی بات کی وجہ سے دیر ہوئی تو گھر پہنچنے میں دس پندرہ منٹ لگ گئے۔ گھر پہنچا تو دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام صاحب وہاں موجود ہیں۔

انہیں جب یہ پتہ چلا کہ یہ لوگ میرے پاس آنا چاہتے ہیں تو انہوں نے انتظار نہیں کیا بلکہ خود تشریف لائے۔ یہ تھی ان کی تواضع اور اکھاری۔

حضرت شیخ الادب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں ہی یہ بات مشہور ہے کہ ان کا معمول یہ تھا کہ جس پر نظر پڑی فوراً اسے سلام کرتے تھے۔ کیفیت یہ تھی کہ کوئی ان سے سلام میں پہل نہیں کر سکتا تھا۔ طلبہ انہیں میں شرط لگاتے تھے کہ آج ہم استاد کو سلام کرنے میں پہل کریں گے لیکن استاد اس کا موقع نہیں دیتے تھے۔ حالانکہ یہ استاد تھے اور دو شاعر و لیکن آداب میں یہ شامل نہیں کہ بڑا یہ انتظار کرے کہ چھوٹا ہی سلام میں پہل کرے۔ دیکھئے ان کے اندر سنت پر عمل کرنے کا کس قدر اہتمام تھا۔

سید اصغر حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خلقِ خدا سے خیر خواہی کا عجیب نمونہ:

ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک اور استاد ہیں۔ سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ مادرِ زاد ولی اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے بارے میں والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ واقعہ کئی بار سنایا کہ کھانا کھا رہے تھے۔ مجھے بھی بٹھالیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو دسترخوان سینٹے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں صییت لیتا ہوں۔ فرمایا کہ تمہیں سینٹا آتا ہے۔ میں نے کہا کہ سینٹا کیا مشکل ہے۔ فرمایا: کیا کرو گے۔ میں نے کہا کہ جا کر اسے جھاڑو آؤں گا۔ فرمایا کہ نہیں، تمہیں دسترخوان سینٹا نہیں آتا۔ دیکھو میں اس طرح سینٹا ہوں۔ یہ کہہ کر چھچھڑے الگ گئے، ہڈیاں الگ کیں، رونی کے بڑے ٹکڑے الگ کئے، چھوٹے چھوٹے ٹکڑے الگ کئے اور پھر فرمایا کہ دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ وہاں سے اٹھے سامنے ایک موٹی سی دیوار تھی۔ اس پر ایک جلی بھٹی ہوئی انتظار کر رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ جب میاں صاحب کھانے سے فارغ ہوتے ہیں تو مجھے یہاں سے رزق ملا کرتا ہے۔ حضرت نے اس کے

آگے بھیجے رہے۔ باہر ایک جگہ بڑیاں ڈالیں۔

وہاں برابر میں ایک کتا انتظار میں تھا۔ وہ بڑیاں لے گیا۔ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو اور چھوٹا چھوٹا کر کے چھت پر ڈالا وہاں کبوتر آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہ ٹکڑے کھائے۔ روٹی کے باریک ذرات کا نور ایک دیوار پر جا کر اُل ڈیا۔ وہاں جیونیموں کا ایک بھٹ تھا۔ یہ پور ان کے کام آیا اور وہ جو روٹی کے بڑے ٹکڑے بچ گئے تھے۔ ان کے ہارے میں فرمایا کہ یہ میرے محلے کے غریب بچوں کے لئے ہیں۔ جب میں انہیں یہ ٹکڑے دیتا ہوں تو وہ اس سے اتنے خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے ہسٹنوں سے اتنا خوش نہیں ہوتے۔

محب: دیکھئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رزق کو ضائع نہ ہونے دیا اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی بھی کر دی۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تواضع کا حیرت ناک واقعہ:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ کسی شیر کا مالدار آدمی آپ کا نام اور شہرت سن کر منے سے لئے آیا۔ دیوبند آ کر پوچھا کہ بڑے مولوی صاحب کا گھر کہاں ہے؟ لوگوں نے آپ کے گھر کا دروازہ دکھایا۔ تھہر بیٹھا، دروازہ کھٹکنا یا۔ اللہ سے حضرت اٹھکے حال آئے یہ آپ کے آرام کا وقت تھا۔ آپ کے جسم پر معمولی کپڑے تھے۔ وہ آپ کو پہچان نہ سکا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ کہنے لگا کہ میں بڑے مولوی صاحب سے ملنے آیا ہوں۔ فرمایا کہ آئیے، آپ ٹہری میں آ رہے ہیں۔ ٹھنڈا پانی پلایا، کمرہ میں بٹھایا، پگھلا جلا۔ وہ کہنے لگا مجھے بڑے مولوی صاحب سے ملنا چاہیے۔ فرمایا ہاں مل لیجئے گا۔ ابھی آپ تھکے ہوئے ہیں، معلوم ہوا کہ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا، فرمایا کہ میں کھانا لاتا ہوں۔ کھانا کھلایا۔ وہ کہنے لگا کہ چلو اب ملا دو۔ فرمایا

کہ ملازمین نے ٹیلیفون اچھی مڑ مڑ کر لیں۔ اسے خبر دیا اور چھ پچھلے جھٹکے لئے ڈب وڈا کر مڑ پٹے اور کہہ دیا تو مڑو تو فرمایا کہ: ”مولاوی صاحب تو یہاں ولی کس رہتے وقت بندہ نمود تو میں ہی ہوں۔“

یہ سنی درجِ سعادت، اپنے انکس ڈھونڈا اور دوسروں کی خدمت مرانا کا شکر دیا۔

ایک فاحشہ عورت کا اتنا خیال:

حضرت۔ یاں احمد اسمین صاحب کا بھی ٹیک اور راتوں میں نے، اللہ صاحب سے ملانے رات کو بے گھر بناتے تو گھر کے قریب ایک گلی آتی تھی۔ ڈب ان گلی میں پہنچتے تو جوتے کھل لیتے۔ میں نے دیکھا تو قیوب ہوا۔ جب انی فرما کر کہتے ہوئے دیکھا تو ایک دفعہ پوچھا کہ حضرت آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ اس کی ایک وجہ ہے۔ یہ ہے کہ اس گلی کے اندر ایک پیشہ ور فاحشہ عورت رہتی ہے۔ مولوی نے رمانے میں اس کے پاس بہت کا کپ آئے تھے۔ اب بوزی ہوئی ہے۔ اب کو کپٹھن آتے۔ وہ روزانہ میں سنوڑا نہ لکھتی ہے ٹیلیفون کا کپٹھن آتے۔ میں ڈب رات کو اس سے یہاں سے آمد نہ ہوں تو گھٹے یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کے کپٹھن ٹک میرے ہاتھوں کی آواز جانے کی تو اس کے دل میں یہ سنہ اور امید پیدا ہوئی کہ شاید کپٹھن آجاتے۔ اور جب میں گھر نہ آؤں تو اس کا دل ٹوٹے گا تو بلا وجہ خدا کی مخلوق کا دل کیوں دکھائوں۔

دیکھتے دیکھتے فاحشہ عورت کے ساتھ ہمارے بزرگان دیوبند کا یہ معاملہ ہے۔

ہم ”دیوبندیت“ کی صفات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں:

یہ تو چند ایک مثالیں ذکر کی ہیں۔ ورنہ ان طرح کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ وقت کی کمی ہے، اس سے میں اس بات پر غائبانہ اکتفا کرتا ہوں کہ اگلدہ۔ بھرنے

دعا اور صوم و حج بند انبیاء خدا کا حکم تھا۔ اُن حج تہران کے تمام ایوانوں میں پکائی ہوئے۔ دعا اور صوم کے فرائض کو جو کہیں نہ تھا۔ آپ نے ان کی زندگی کا مطالعہ کیا اور یہ ہے کہ آپ نے اس جہان کے لوگوں کے لیے دعا اور صوم کے فرائض کو ان کے لیے کیا ہے۔

ابن مدارس سے بھڑوئی طریقہ نہیں۔

اور میں عوام سے یہ عرض کرتا ہوں کہ آپ ان مدرسوں کو اللہ تعالیٰ کی نعت
 کبریٰ سمجھئے۔ ان وقت پوری دنیا کا ہر مفسر ان مدرسوں کو جاننے کے لیے آپ
 حضرات کی طرف توجہ اور حیرت اور اسطو دیکر کھڑا ہو گا کہ ان مدرسوں کی مخالفت کرنے کے
 کمر بستہ ہو جائیں اور جو کچھ وہاں آپ ان مدرسوں کے ساتھ ان مدرسوں کے خلاف
 کئے مانتھو، ان مدرسوں کے طلبہ سے ساتھ کر لیتے ہوں وہ جاری نہیں۔ اگرچہ ہمارے
 ہاں میں کڑوہاں آگئی ہیں لیکن اس وقت پوری دنیا میں جتنے طبقات، زبان کا کام
 کرتے ہیں، یہ فی کھ میں اس سے ذرا خیر اور نفع نہیں۔

[illegible]

ہیں۔ اس سے بعد انی ہم دینی کے چہ مکتے چہ محلات، تفسیر و تالیف اور ان کے انوکھوں میں
مبارکی و خدائی کلمہ اور جیتے ہیں۔ اس کا مہر سے کے نور محمدی کا مشعلہ "قول اللہ قابل
و سوال" ہے۔

ان اوقات پر مبنی ہوئے رہیں پانوں کی حقیقت ایسا نہیں ہے جو ہوتی سنبھلے سے
 سے اوقات ٹھیک معلوم کریں یہ خدمت ہے۔ کام میں لگنا اور نہ نہ ہونی غور سے ہوتی
 تیشی کی زندگی کے تمام تر امور کو ان کے ہر کار کے درجے کا دیکھنا چاہیے کہ ان کے
 ہونی کی شے کی مخالفت کی ہے، انگریزوں اور استبداد جس بھی دور بھی نہیں معلوم رہیں کی
 شے سے ہونے ہیں۔

پورے دین پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مور نیپہ رات میں اللہ کے جلوہ سے چڑھتا ہوں کہ انہیں تم نے اپنے آپ کو نہیں
 پر۔ بدروس و معاشرت۔ انبساط۔ صلاحت۔ انہیں اس درالیت میں دین ہی جیوہ رہی تو
 انکی۔ اللہ و ان بھوں راج نہیں کرتے۔ پچہنی۔ پچہنی بھہ جو نے ہی وہی بھی میں میں
 فاضلہ ان نہیں بھوئے۔

۱. شکر و سپاس

هَذَا تَقْرِيرُ اللَّهِ بِطَرَفِ نَحْمٍ

”انہی خیمہ بند کے پاس ہی رہا، اور وہ اپنے فرائض کو بخوبی سمجھتا تھا۔“

ہمارے دل میں جو درد ہے، اس کا شائبہ یہ ہے کہ جو اسے دیکھیں وہ اس سے
 سنا لیں گے۔ لیکن یہ درد اور انہیں دیکھنے کے یہ کچھ ہرگز نہیں ہے۔ یہ تو
 تمام زمین کے بچے، تمام قومیں، ہر زمانے، ہر جگہ میں موجود، وراثت سے
 جاری ہو رہا ہے۔ اس لیے اسے اس وقت بھی دیکھنا چاہیے، جیسے اب اس سے

شعبوں میں دین کو چھوڑ دینا ہے۔

یاد رکھئے کہ صرف عبادات پر دنیا میں اقتدار ملنے کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے۔
دین پر عمل کرنے پر اقتدار کا وعدہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

﴿وَعِذُّ اللَّهِ الْبَدْنُ احْسُوا وُكُوفُكُمْ وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيُخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ﴾ (۱۰۰، ۱۰۱)

”تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح سے ہیں ان
سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرما رہا ہے کہ انہیں سرور زمین میں خلیفہ بنائے
گا۔“

”عَمَلُوا الصَّالِحَاتِ“ اس وقت ہو گا جب عبادات کے ساتھ ساتھ دینی
تجربہ بھی شریعت کے مطابق ہو اور لازمات بھی، عز ووری بھی شریعت کے مطابق ہو اور
شرکت بھی ازراعت اور کائنات کو دینی بھی شریعت کے مطابق ہو اور حکومت اور سیاست بھی۔
عدالت بھی شریعت کے مطابق ہو اور بالکل اخلاق بھی، جب یہ سب چیزیں شریعت سے
مطابق ہوں گی تو اللہ عز و جل، تم میں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پارسہ دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور
بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین (۱)



دینی تعلیم اور عصبیت

۱. **موضوع و موضوعیت**
 ۲. **مقدمه و بیان مسئله**
 ۳. **روش تحقیق و ابزار گردآوری داده ها**
 ۴. **نتایج و بحث**
 ۵. **نتیجه گیری و پیشنهادها**

﴿دینی تعلیم اور عصیت﴾

تطبیح مسنونہ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به
ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن
سوء أعمالنا من يهده الله فلا مضى له ومن يضلل
فلا هادي له ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك
له ونشهد أن سيدنا وملكنا ومولانا محمداً عبداً
ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه
أجمعين وسلم تسليماً كثيراً ﴿كثيراً﴾

الایضہ

فنعوذ بالله من الشيطان الرجيم ط بسم الله الرحمن
الرحيم

شهد من الله على المؤمنين ان يحب فيهم رسولا من

جو کہ مہاراجا نے وقتِ حقیقی میں ان میں موجود تھا، اس طرح سے ایک نیا دینی حلقہ بن گیا تھا۔ یہاں کوئی بڑا مدرسہ قابلِ توجہ نہ تھا۔ کراچی میں ایک پرائمری مدرسہ تھا۔ مفسرِ اعلامِ مکتبہ دہلی نے پاکستان کی ضرورت کے لئے وہ کافی نہ تھا۔ اس ضرورت کو ملحوظ کرتے ہوئے تبارک (کا جی) نے بڑے بڑے مدرسوں کی بنیادیں رکھیں اور بحمد اللہ مدرسہ قائم ہوئے چلے گئے۔

ابوہریرہ میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب نے جامعہ شریفی کی بنیاد رکھی۔ مالکان میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب نے خیر المدائن کا نفاذ کیا۔ کراچی میں میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کراچی قائم کیا۔ کھڑا پور میں حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی نے دارالعلوم اسلامیہ کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ملک میں اسے مدرسے ہو گئے کہ الحمد للہ اب مدرسوں کی تعداد میں کوئی کمی ملک میں نظر نہیں آتی۔ کراچی میں قراب یہاں ہے کہ محلہ محلہ میں مدرسے بکثرت ہیں اور اپنے والد ماجد سے ملتا تھا۔ اس لئے کہتا ہوں کہ کراچی میں درسِ لکھی کے مدرسے اتنی تعداد میں ہو گئے ہیں کہ اتنی ضرورت مدرسوں نہیں تھی۔

بلکہ زیادہ تعداد سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ بہ مدرسے الگ مصارف ہیں۔ ایک مدرسہ میں تین طالب علم لے جیتے ہیں۔ بعض اس تعداد ان کے لئے چند کرتے پھر رہے ہیں۔ دوسرے مدرسہ میں پانچ طالب علم بیٹھے ہیں ان کے لئے چند دروہا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ کراچی میں تو مدرسوں کی یہ افراط ہے، پنجاب اور سرحد میں بھی آپ جائیں گے تو سمجھ لیں، چھوٹے چھوٹے مدرسوں میں سو، سو، تین سو مدرسے آپ دیکھیں گے۔ بھلا وہ بڑے مدرسے مدرسے کیسے ہیں۔

نہیں اللہ ہی کو معلوم ہے اس کا کیا سبب ہے کہ جدید آبادی میں مدرسوں کا جو تعداد ہے، میں خود آج تک اس صحت سے یہاں کوئی ایسا نقلیں اور اتنی اور وہاں میں

ہے اور اس کا اندازہ ایک تو ای بات سے ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت کا اس سے پیدا معلومہ امتیاز نہ کر چکا تھا، دوسرے آپ اس سے اندازہ لیتے کہ اس سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی تھی اس نے اسے وہ آیت قرآن کے لحاظ سے شروع ہو رہی ہے۔

قُرْآنِ سَمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ
الْكَرِيمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ یہ آیات ہیں جو سب سے
پہلے نازل ہوئیں ان آیات میں جو سب سے پہلا حکم ہے وہ قرآن تھی پڑھنے۔
معلومہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اہل میں اللہ جل شانہ کا پیغام رسالت ہے جس کے پڑھنے،
اقرا باسم ربك الذي خلق یعنی پڑھنے میں اات کے نام سے کہ جس نے پیدا کیا۔
خلق الانسان من علق اس نے لے لے ہوئے خون سے پیدا کیا، اقرا وربك الاكرم
دوسرے دوبارہ حکم آیا کہ آپ پڑھتے آپ کا پروردگار بہت کرم والا ہے علم ناقلم جس
نے انسان کو تعلیم دی ہے قلم کے ذریعہ، ایت تعلیم کو بھی اُمر آیا ہے، قلم کا بھی اُمر آیا
ہے۔ علم الانسان ما لم يعلم انسان کو علم و انسان کو ایسی چیزوں کی تعلیم دی جو پہلے وہ نہیں جانتا
تھا۔

تو سب سے پہلی آیت اور سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ پڑھئے۔ یہ آیت نزول
کے اعتبار سے سب سے پہلی ہے، ترتیب قرآن کے اعتبار سے تو یہ آیت سب سے پہلی
نہیں۔ لوح محفوظ میں قرآن کریم جس ترتیب سے لکھا ہوا ہے، اسی ترتیب سے یہ قرآن
مرتب ہوا ہے اور لوح محفوظ کی اسی ترتیب کے مطابق آج مجھ اندہ ہمارے مصاحف اور
سینوں میں محفوظ ہے لیکن اس کا نزول وح محفوظ کی ترتیب کے مطابق نہیں ہوا۔ بلکہ یہ
مختلف حالات اور ضرورتوں کے مطابق متفرق طور پر نازل ہوا ہے۔ چنانچہ نزول کے اعتبار
سے سب سے پہلے آیت اقرا باسم ربك الذي خلق نازل ہے۔

اور قرآن مجید کی جو ترتیب ہمارے مصاحف میں ہے اور جو لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے اس ترتیب میں سب سے پہلے سورہ فاتحہ ہے اور اس کے بعد سورہ بقرہ ہے۔ سورہ فاتحہ چار۔ قرآن کریم کا دینا چار اور عقیدہ ہے قرآن ترکیب کا مفصل متن سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ سے شروع ہوتا ہے جس کی سب سے پہلی آیت اللہ ذالک الکتاب الح کہتے ہیں۔ یہاں بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ کتاب کا ذکر سب سے پہلے آیا ہے۔ وہاں سب سے پہلی وحی میں پڑھنے کا ذکر ہے۔ قلم کا ذکر ہے تعلیم کا ذکر ہے اور یہاں سورہ بقرہ کی سب سے پہلی آیت میں کتاب کا ذکر ہے۔

مزید دیکھئے کہ قرآن مجید کا نام ہے۔ "القرآن" یعنی وہ چیز جس کو پڑھا جائے۔ اور دوسرا نام ہے "الکتاب" یعنی وہ چیز جو لکھی جائے تو یہ دین لکھنے پڑھنے کا دین ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ۴۰ سالہ دور میں یہی کام کیا ہے کہ آپ نے قرآن پڑھایا اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دی۔ یہی سبب ہے تاجدارِ دو عالم سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت طیبہ کا۔

مزید اعجاز دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کو ہم کرنے کا کتبہ اختیار فرمایا تھا۔ غزوہ بدر جو حق و باطل کا سب سے پہلا معرکہ ہے اس میں کفار کے بڑے بڑے سردار قتل کیے گئے۔ اور ۷۰ بڑی شخصیتیں گرفتار ہوئیں۔ سب سے بڑا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور فضیلت میں فتح مکہ میں عطا فرمائی قیدیوں کے بارے میں مشورہ ہوا کہ ان کا کیا کیا جائے۔ کسی نے مشورہ دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ ایک دوسرے نے بولی کہ قیدی اور مال سے لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے تاکہ مسلمانوں کو مالی منفعت حاصل ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے پسند آئی اور آپ نے ہی نے مطابق فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ کفار مکہ میں دے کر اپنے قیدی بھجوا دیے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان قیدیوں میں سے جو لوگ قتل ہونے لگے ہیں ان کا قیدی ہم مال

اور اس کی صورت میں نہیں ملے۔ لکن یہ قید کی جو نکتہ جانتا ہے وہ مسلمانوں کے اس
 بچاؤ کو نکتہ سمجھتا ہے۔ اس کی یہاں بخشی ہو رہی ہے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے مسلمانوں کو نکتہ سمجھنا سیکھنا چاہیے۔

در سبک و خدمت

ہجرت مدینہ کے بعد سب مسجد نبوی تعمیر ہوئی تو اسی میں ایک مسجد تھی۔ یہ خدمت
 اسلامی سب سے پہلی درجہ اور اہمیت سے پہنچا مدرہ ہے۔ اس کے اندر پیار و محبت
 قریب ضرب سچا ہے۔ راسخ و تعمید رہے ہیں اور ایک ایک وقت میں تقریباً اسی طالب علم رہے،
 انہیں میں سے ایک بولہ طالب علم حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی عمر ۵۷ حدیثیں یاد کر کے امت تک پہنچائی تھیں۔

یہ خدمت یا نکتہ ایسے مسجد نبوی کے ساتھ ایک چوڑا نکتہ ہے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 دیکھ دیکھتے ہیں کہ ان کو تعمید کیا کرتے تھے، خاصہ یہ کہ سب سے پہلے استاد حضور اکرم صلی
 اللہ علیہ وسلم اور سب سے پہلے شاگرد بھی یہ وہ ہیں اور سب سے پہلے مدرہ خدمت ہے۔
 اس سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ دین میں سب سے پہلے محنت و محنت ہے۔ یہ موقوف
 ہے مگر یہ امر ہے کہ اس کی عقیدہ درست ہو سکتا ہے۔ اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔
 قرآن میں اس سے لے کر اس کے بعد بھی چاہتا ہے۔

فصل میں

چاہتا ہے یہ ہے کہ نجات موقوف ہے عقیدہ اور عمل پر یعنی ایمان اور عمل پر رہے۔
 ایمان نجات موقوف ہے مگر یہ نجات موقوف ہے مگر یہ اس واسطے یہ کہ ایمان دین ہے،
 نکتہ یہ کہ ایمان دین کے چار نکتہ کی بہت سی آیات میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم کی کتنی ہی احادیث میں صوم کے اور مفاد کے لفظاً بیان کئے گئے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ **تَدَارُؤُا مِلَّ الْعِلْمِ مَنَاعَةُ مِنَ الْكَيْلِ حَبِيرٌ** میں (حَبِيرٌ) ہذا یعنی ایک رات کے بچھن میں حرکات و سکنات زیادہ کرنا، علم میں مشغول رہنا یہ بہت بڑی بات کی عبادت سے واقعی ایک شخص جو پوری رات کھڑے ہو کر قیام پزیر رہتا ہے یہ بھی بہت بڑی فضیلت اور عبادت ہے۔ اللہ و رحمت پسند ہے۔ لیکن فرمایا کہ دوسرا شخص جو ایک شخصہم میں مشغول رہتا ہے، پڑھتا ہے، پڑھاتا ہے اس کا درجہ بڑھاتا ہے اس شخص سے جو پوری رات عبادت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو شخصوں کے ہارے میں پوچھا گیا۔ ایک وہ شخص جو فرائض و واجبات ادا کرتا ہے، و حرمان کثرت پڑھتا ہے، انکی عبادت زیادہ نہیں کرتا، مگر عالم ہے، دوسرا عالم کو نہیں، لیکن بہت عبادت کثرت کثرت ہے، صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ان میں سے افضل کون ہے۔ آپ نے فرمایا افضل وہ شخص ہے جو علم والا ہے۔

نیز آپ نے بھی فرمایا **فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ عَلِيٍّ أَوْ مُحَمَّدٍ**۔ فضیلت عالم کو عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم سے ہے، وہی صحابی ہے۔ یعنی جو فرق ایک ادنیٰ صحابی اور مجھ میں ہے وہی فرق ایک عابد اور عالم میں ہے تو یہ دین ہم کا دین ہے اس میں کمال علم کے بغیر نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ** یعنی علم دین کا حصہ ہے ہر مسلمان پر فرض ہے۔

علم دین فرض عین اور فرض نفاہ

علم دین بہت سے علوم پر مشتمل ہے اور ظاہر ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت کو یہ علم حاصل کرنا سب علوم کو پورا حاصل کرنا ممکن نہیں ہے لہذا کتب و حدیث شریف میں جو علم

مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے اس سے مراد صوم، زکوٰۃ اور حج ہے جس کے بغیر آدمی نہ اپنے حقا کو صحیح کر سکتا ہے نہ قربانیں و قربانیاں دے اور نہ عروم و بی عروم کا معاملہ سے بچ سکتا ہے۔ جتنی عیوب کی تھکھالیات یعنی قرآن اہدیت کے تمام محارف و مسائل اور ان سے نکالے ہوئے احکام کی پوری تفصیل کا مہر حاصل کرنا نہ ہر مسلمان کی قدرت میں ہے نہ ہر ایسے شخص میں ہے البتہ جو۔۔۔ خدا کا عہدہ و فرض اٹھائے ہے، یعنی بشر میں ایسے مسلمانین ان تمام عیوب و عیوب کا مہر ضرور ہو جاتی مسلمان اس فرض سے سبکدوش ہو جائے ہیں اور جس شہر یا قصبہ میں ایک مسجد یا صومعین نہ ہو تو اس سختی، العی و فیہ کہ اپنے میں سے کسی کو لے کر جائیں یا پھر سے کسی لے کر جو یا آکر اپنے شہر میں رکھیں تاکہ ضرورت پر خوش آنے پر یا ریکہ مسکن کو اس لے کر لے کر آئیں اور عمل کر سکیں، ایسے عیوب و عیوب ہیں ”فرض جہاد“ اور ”فرض حج“ کی تفصیل یہ ہے۔

فرض حین: در فرض کفایہ کی تفصیل

[illegible]

علم حاصل کرنا بھی ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

علم تصوف کا ضروری حصہ بھی فرض عین ہے

دین کے ظاہری اعمال جو ہم اپنی زبان سے انجام دیتے ہیں یا جسم کے باقی ظاہری اعضا و جوارح سے انجام دیتے ہیں مثلاً نماز، روزے وغیرہ کو تو سب ہی جانتے ہیں کہ فرض ہیں اور ان کا ضروری علم حاصل کرنا بھی فرض عین ہے لیکن یا رکھنا چاہئے کہ باطنی اعمال جو اپنے دل سے انجام دیتے ہیں اور جو ہر شخص پر فرض عین ہیں ان کا علم بھی سب پر فرض عین ہے۔

اعمال باطنی کے علم ہی کو تصوف کہتے ہیں، آج کل جس کو "علم تصوف" کہا جاتا ہے وہ بھی بہت سے صوم و محارف اور منکاشفات و ادراکات کا مجموعہ میں مشتمل ہے، اس جذبہ فرض عین سے مراد اس کا صرف وہ حصہ ہے جس میں احوال باطنی فرض و واجب کی تفصیل ہے مثلاً صحیح عقائد جن کا تعلق باطن سے ہے یا سیر و شکر، توکل، قناعت وغیرہ ایک خاص درجے میں فرض عین ہیں۔ ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض عین ہے یا غرور و تکبر، حسد و بغض، بغل و خیر و دنیا وغیرہ جو از روئے قرآن و سنت حرام ہیں، ان کی حقیقت اور ان سے بچنے کے طریقے معلوم کرنا بھی ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، علم تصوف کی اس بنیاد پر جو فرض عین ہے۔

پورے قرآن کریم کے معانی و مسائل کو سمجھنا اور متن و احادیث کو سمجھنا اور ان میں معتبر اور غیر معتبر کی پہچان پیدا کرنا، قرآن و سنت سے جو احکام و مسائل نکلتے ہیں، ان سب کا علم حاصل کرنا، اس میں صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال و آثار سے اتفاق ہونا۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ پوری عمر اور سارا وقت اس میں خرچ کر کے بھی پورا حاصل ہونا آسان نہیں، اس لئے شریعت نے اس علم کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ بقدر ضرورت کچھ لوگ یہ

سے محض اس لیے تو جاتی مسلمان تہذیب و روایات میں۔ اور ان ہستی نے اسے کوک
تھکا کر دیوں ہے۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ ہستی نے
لوگوں پر لازم ہے کہ تم قرآن مجید ایسا علم دین اپنی ہستی میں تو انہیں دلو اس ہستی کی ہستی
اور اپنی ہستی کو پورا کر سکتے ہو اور ایسا علم دین انہیں ہے تو انہیں دلو اس ہستی نے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ حیدر آباد میں مدرسوں کا ختم ہونے لگا ہے۔ محمد امجد علیا اور بعض
دوسرے قائم ہوئے ہیں انہیں اس کی ضرورت نہ تھی یہ وہی نہیں ہوتی۔

ریاض العلوم کی سرپرستی

مجھ سے میرے عزیزوں نے ثابت اور تصدیق کی کہ وہ فرمایا ہے کہ سر آپ وچہ ہو
کا سرپرست مقرر کرتے ہیں انہوں نے دلو اس پر ہے کیا میں تو ایک صاحب ہوں اور انہیں
شرکت یہ انکار غالب معلوم میں ہے۔ اس کے واسطے بڑا ہی مسرت ہے میں تو صاحب ہوں کو
خاموشیوں سرپرست ہونے کا جو یہ ہیں دونوں ٹکٹوں میں ہے اس امید پر اس مدرسہ کے ساتھ
اس تعلق کا نصیحت سمجھا کہ نصیحت ہے اس کے واسطے سے انہیں جو یہ موقع مل سکے اور اپنے
دوستوں اور انہیں خواہوں کو قیام دلو اس کے حیدر آباد کے اندر آتا ہوا لکھ ہے اس کو یہ کہہ
سہارا دینی ہے اس کے لئے چاہو ہجرت۔

یہ جامعہ دین دین میں مجموعہ مجھے معلوم ہے کہ انہیں اس میں بالکل بددلی اور بدی
تعمد ہے۔ قرآن مجید دلو اس کو نصیحت ہے کہ انہیں دلو اس کا وہ پیغامات میں بددلی
کہا میں عربی زبان میں اور صرف انہیں پڑھائی جاتی ہیں۔ مجھے اس مدرسہ کے متعلقین نے
راہدہ کا تعلق اور قلبی تعلق تو پہلے سے تھا لیکن اب اس کے متعلق کو میں نے اپنے لئے اس کے
نصیحت سمجھا کہ میں اس جامعہ کو دلو اس وقت ایک چھوٹا سا عظیم ہے اور تعلق واقعی جامعہ

بنائے اور اس جامعہ کے خدام کی فہرست حسب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو تو اس سبب کار کا نام بھی اس فہرست کے آخر میں کسی ٹکٹ میں لکھا ہوا مل جائے جو میرے لئے ماریہ نجات بن جائے۔

یہ مکتب ہے مگر اس کا نام جامعہ ہے۔ عربی زبان میں جامعہ یونیورسٹی کو کہتے ہیں۔ کہاں یونیورسٹی کہاں پرائمری اسکول۔ پرائمری اسکول کا نام انگریزی یونیورسٹی رکھ دیا جائے تو لوگ کیا کہیں گے؟ ممکن ہی اس ابتدائی مدرسہ کا نام "جامعہ" دیکھ کر بعض حضرات ہنستے ہوں، لیکن میں تو اس کی یہ تاویل کرتا ہوں کہ جب طالب علم چھ رہا ہوتا ہے تو اس کو "ملاوی" کہتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے۔ اس سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ یہ ملاوی بن گیا ہے بلکہ یہ برقی ہے کہ آئندہ ملاوی بننے والا ہے۔ یہ مدرسہ بھی انہی جامعہ نہیں ہے زبانوں پر جامعہ کا لفظ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دلوں میں ڈالا ہے۔ کوئی نہیں کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ اس کو واقعی جامعہ بنانے اور زیادہ اراعلوم بن جائے۔

نیشنلزم کا بڑبڑ

مجھے آپ سے جو بات کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اس حیدرآباد میں بدعات کچھ بہت زور پور رہا ہے، آپ دیکھ رہے ہیں، اتنی شدت سے بدعتیں پھیل رہی ہیں، جس کا اندازہ آپ حضرات کو مجھ سے بدرجہا زیادہ ہوگا، میں تو کراچی میں رہتا ہوں، لیکن وہاں میں نے کراچی حیدرآباد کے حالات پڑھ کر اور سن کر کڑھتا رہتا ہوں، یہ تو بدعتیں ہیں جو ہم اس میں مگر کھڑے نہیں۔

لیکن ایک اور بات اور اس کے ماحول بہت سارے بات تراش لئے گئے ہیں۔ کراچی میں بھی اور حیدرآباد میں بھی اور کوشش یہ ہے کہ ان کی چار پانچ باتوں کے تمام ماحولوں میں شہرت ہو جائے حیدرآباد اور کراچی میں تو ان کی پوجا شہرت ہو گئی ہے۔

”وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، تم میں سے کچھ لوگ کافر ہیں اور کچھ لوگ مومن ہیں۔“

اسلامی قومیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **الْكُفْرُ لِكُلِّ مِلَّةٍ وَاجِلْدَةُ كُفْرٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَالْبُحْرِ** ایک ملت ہے جو ہے وہ عیسائی ہوں، یہودی ہوں، ہندو ہوں، توحی ہوں، مشرک ہوں، بدھ مت کے لوگ ہوں، بھوئیست ہوں، سوشسٹ ہوں، یہ سب کے سب ایک ملت ہیں ان کی آپس میں کتنی ہی رقابتیں ہوں لیکن وہ اسلام کے مقابلہ میں ایک ہی ملت ہیں اور پوری دنیا کی تمام قوموں کے مقابلہ میں اسلام ایک ملت ہے اور تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ قرآن کریم نے یہ بتایا ہے کہ ملت دین کی بنیاد پر بنتی ہے جو کفر تو حید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہو وہ مومن ہے مسلمان ہے اور جو اس کلمہ کا منکر ہے وہ کافر ہے مشرک ہے اور جہنمی ہے اسلام اور مسلمان کا وہ دوست نہیں ہو سکتا، پورے قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ بات واضح کر دی گئی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ ان سے دوستی کرنا بھی ناجائز ہے، لوگ مسند پوچھ کرتے ہیں کہ اگر کسی کافر کے ساتھ کھانا کھانا پڑ جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں جائز ہے پانی پینا پڑ جائے تو جائز ہے۔ خرید و فروخت کرنی پڑ جائے، فراغت و مضاربہ کرنی پڑ جائے یا مزے، لیکن یاد رکھئے کہ کسی کافر سے دوستی جائز نہیں، جب دوستی جائز نہیں تو بھائی بنانا کیسے جائز ہو جائے گا؟

پاکستان کی بنیاد پر بنے تھا کہ کانگریس نے غور و لگاؤ تھا، ”ہندو مسلم بھائی بھائی“

مسلم لیگ نے اور علما کرام نے توجہ دلا دیا کہ ”مسلم لیگ بھائی بھائی“ ایسا موسم ہماری بھائی نہیں ہو سکتے۔ اسی وجہ سے یہ پاکستان الگ، بلتاکہ کہ ”مسلمان لیگ“ الگ قوم ہے۔ ”مسلمان قوم“ سے ”مسلم قوم“ الگ ہو گیا۔ اور اہل اسلام ہو گئے، لیکن ”مسلم قوم“ یہ ہے جس کو ”مسلم“ یہ پاکستان کہا جاتا ہے اور اسی لحاظ سے یہ پاکستان کا دھڑا کا نام ہے۔

اختیار

یاد رکھیں کہ یہ پاکستان باقی ہے۔ تو وہی نظریہ ہی بنیاد پر باقی رہے گا اس نظریہ کو اس ملک سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ پاکستان ختم ہو جائے گا لیکن پاکستان کے دشمنوں نے اسلام کے دشمنوں نے قومیت کے بت تراشے ہیں۔ ”مسلم قومیت“ کا بت، ”پاکستان قومیت“ کا بت، ”ایک سندھی قومیت“ کا بت، ”بنیائی قومیت“ کا بت، ”بلوچی قومیت“ کا بت، یہ تمام بت ہیں اور یہ دعویٰ کی جاتی ہے کہ ”مسلم قومیت“ کا بت کی پوجا کریں، ”بنیائی قومیت“ کا بت کی پوجا کریں۔ لیکن اس بات کی پوجا کریں اور ”بلوچی قومیت“ کا بت کی پوجا کریں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کا کلمہ پڑھئے دلوں کی غیرت نکلیا ہوا ہے اس مشرکانہ دعوت کو کوئی نہیں ان کے منہ پر مار دیا جاتا، کیوں اس کے خلاف تبلیغ نہیں کی جاتی۔ یہ مشرکانہ فہم ہے، کافرانہ فہم ہے۔ اسلام کی بنیادوں کے خلاف ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس فہم کے نتیجے میں ملک کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ آپ کے حیدر آباد کی معاشی حالت کہاں سے کہاں پہنچ گئی کراچی تاحی کے تہہ رو تہیج پڑا ہے۔ یاد رکھئے کراچی ایک ایسا شہر ہے جو پورے ملک کی شہرگ سے دشمن نے اس کراچی کو اپنا نشانہ بنایا ہے تاکہ ”مسلم قومیت“ کے فلسفہ بت ہوں۔ ”پاکستان“ یہ ہے کہ کراچی و تہہ رو تہیج تاکہ پاکستان تہہ رو تہیج ہو۔

پاکستان اہل اسلام کی پناہ گاہ

یہ پاکستان ہم پر اللہ رب العالمین کی عظیم نعمت ہے۔ ہندوستان میں ان مسلمانوں پر مظالم ہوئے تو ان کو پناہ پاکستان میں ملی۔ برما کے مسلمانوں پر سوشلسٹوں نے مظالم، مٹائے ان کو پناہ پاکستان میں ملی۔ بنگلہ دیش میں مسلمانوں پر مظالم ڈھائے گئے تو وہاں کے بھاری بھاریوں کو پناہ پاکستان میں ملی۔ افغانستان میں مسلمانوں پر قیامت توڑی گئی تو ان کو پناہ پاکستان میں ملی، ایران میں اب سینوں پر مظالم ہو رہے ہیں تو ان کو پناہ پاکستان میں مل رہی ہے۔

لیکن پاکستان! تم یہ بھی سوچو کہ اگر خدا نخواستہ اس پاکستان کو کچھ ہو گیا تو تمہیں پناہ کون دے گا؟ کہاں پناہ لو گے؟ تمہارے پاس سوائے ہندو کے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ کیا معرکہ عرب تمہیں پناہ دے گا؟ وہاں تم ایک گھنٹہ بھی بغیر دھڑے کے نہیں رہ سکتے۔ یہاں سے جانیوالوں کو اس کا تجربہ ہے کسی بھی اسلامی ملک میں تمہیں ایک گھنٹہ بھی بغیر دھڑے کے نہیں رہنے دیں گے کیا ان میں سے کوئی پناہ دے گا کہ یہاں آ جاؤ اور رہے مٹو۔ خدا نخواستہ پاکستان کو کچھ ہو گیا تو سوائے ہندو میں ڈوبنے کے کوئی راستہ نہیں ملے گا۔

چنانچہ اس حقیقت سے واقف ہے جو ہمارا بھی دشمن ہے پاکستان کا بھی دشمن ہے دین اور اسلام کا بھی دشمن ہے اس نے ہمارے اہل قومیت کے یہ رستہ تر شاہیے دیے ہیں، لیڈروں نے اپنی نیند کی چمکانے کے لئے لوگوں کو اس دمنہ میں لگا دیا ہے۔ خلاصہ اقبال مرحوم نے کتنے عرصہ قبل یہ بات کہی تھی، نصیحت اور قومیت کے بارے میں کہ

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو جیہنم ہے اس کا وہ ملت کا کفن ہے

اسلامی اخوت و محبت

یاد رکھئے کہ فقہاء مقابلہ کر رہے ہیں مسلمان کا فرض ہے کسی جماعت سے جو دینی باتیں نہیں، کسی شخصیت سے نہیں ملاؤ نہیں، ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان نے مسلمان اُردو ساری، یہ نے تمام مسلمان سما۔ یہ بھائی ہیں مگر کسی مذہبی مسلمان کا کوئی نقصان نہ دے تو ہمیں بے چین ہو جانا چاہیے، پنجابی یا پنجابوں بھائی پر کوئی ظلم نہ ہو ہے تو ہماری رُک میرٹ پھڑک ہائی چاہئے کہ ایک مسلمان پر ظلم ہو رہا ہے، بھائی پر ظلم ہو رہا ہے۔ اگر وہ تو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں اس کی مدد کے لئے اُڑنا چاہئے کیونکہ وہ ہمارا مسلمان بھائی ہے۔

قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ لَعَاذُوا عَلٰی الْبَرِّ وَالْأَعْمٰی وَلَا تَغَاوُوا اَعْلٰی الْاَنْسَابِ وَالْعُلُوٰی۔ نکلی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔ در ظلم و ناہنجاریک دوسرے ہاتھوں نہ کرو۔ قرآن کریم نے نبی کے سارے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا کر ایک کاس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے کسی بھی علاقے اور کسی بھی محل کا مسلمان ہو یا کوئی بھی زبان بولتا ہو، وہ مسلمان بھائی ہے ایک کاسوں میں ان کی مدد کرنا جو فرض ہے اسے نظر سے نہ مٹانا ہمارا فرض ہے ہاں نابالغ کاموں میں یا ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنا ہو، ایسا نہ کرنا قرآنی رشتہ ہے، حرام ہے لیکن یہ قومیت کا بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہمارے وہ اپنے بھائیوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ چنے اور مٹی کی اور پٹی، پاؤں کے لٹاؤ۔ یہ کسی ظلم میں بھی مدد کرو، دوسرے مذاہب کے لوگوں سے نفرت نہ کرو اور ان پر جو بھی ظلم نہ کیا جائے وہ رواہ ہے۔

کراچی میں اور پاکستان کے دوسرے شہروں میں تمام مذاہب کے مسلمان، ہندو، جیارت، دہشتہ تھے۔ ہندو شہر و شہر ہے ہیں، ہمارے دشمن نے یہ کام کیا کہ ہمیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا، پس جسزائشی محلہ میں دو اوراں مثلاً کسی میں بڑے مکان کو

نہی ظلم نے آگ لگا دی۔ یہ اس ظلم نے بہت بڑا ظلم کیا، لٹاؤ، تیرہ کا سر تھب دو اور اپنے لئے جہنم کی آگ تیار کر لی، لیکن کیا اس کا انتقام کسی اور نے لٹاؤ، بٹھائی بھائی سے یا پختون بھائی سے بیٹا جائز ہوگا؟ جس نے کسی پر ظلم نہیں کیا، اور نہ وہ اس ظلم کو درست سمجھتا ہے اسے پادوبہ ملتا ہے اسی طرح اگر کسی محلہ میں ہمارے پختون بھائی یا پختونی بھائی پر ظلم ہو تو کیا دوسرے محلے کے کسی نے لٹاؤ، مہاجر بھائی سے اس کا انتقام لینا جائز ہوگا؟

میر آپ سے پوچھتا ہوں نیک ادنیٰ سمجھو اور مسلمان یہ بتائے کہ یہ جائز ہوگا؟ ظالم نے کہا آپ بھی یہی کہیں گے کہ ناجائز ہے، جس نے جس نے مکان جلایا ظالم وہ ہے، اس کو چکڑو، اس حاقہ کا، اور مسلمان بھائی میرا رہتا ہے اس نے تمہارا کوئی نقصان نہیں کیا، اس کو چکڑو تمہیں کیسے جائز ہے؟ لیکن یہ قومیت کا بت کہتا ہے جی تو ہر گز آدمیوں کی مدد کرو۔ چاہے وہ ظلم کر رہے ہوں تب بھی مدد کرو۔

مگر ہم نے بھائی کو اپنی برادری کے اپنے قبیلہ کے، اپنے وطن کے آدمی کو ظلم کرنا اور کچھ بتے ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑ لیں اور اس کو ظلم ت کرنے دیں۔ اس لئے کہ وہ دنیا میں بھی رسوا ہو جائے گا اور آخرت میں بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔ مسلمان کی جان و مال اور رومی بڑی قیمت ہے، ہر فعل شانہ کے نزدیک اس کی بڑی عظمت ہے اس کے بارے میں حدیث میں فرماید کہ اس کی حرمت ایسی ہے جیسی حرم مکہ کی حرمت۔

آج اس قومیت کے بت نے ہمیں پاش پاش کر ڈالا ہے، میں یہ نہیں جانتا تھا کہ آپ یہی پادنیوں کے ساتھ ذلت، بازی شروع کر دیں، لڑائی جھگڑا شروع کریں کہ اس سے ایک نیا جھگڑا نکلا ہو جائے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ ان کو چھٹی گلوچ شروع کر دی ہو۔ اور ان کے خلاف بیان بازی کا بازار گرم کر دیا ہو، بلکہ میں یہ جانتا ہوں کہ دونوں کے اندر اسلامی بھائی چارے کے جذبہ کو زندہ کیجئے، ملی اخوت اور برادری کی تعلیم، ایسے

اسلام نے دائرو کے دائرہ میں ہے وہ جہاں ہے اس پر مبنی حکم نہ ہونے دو۔ یاد رکھو! جو قدرت ہونے کے باوجود ظلم کو نہیں روکے گا اور لوہائی کرے کا دھنسی بھرم اور شہار ہوگا۔

ایک مرکزی ادارہ و شخصیت کی ضرورت

اس پر کامیاب رہا، جس میں ہونا تو سماجی طرف سے ہونا۔ اور ائمہ دین یہاں ملنا۔ موجود ہیں، مین انسانوں کی کہ ہونا ہے کہ یہاں مرکزی ادارہ نہیں، مرکزی شخصیت نہیں۔ میری آپ سے درخواست ہے ان فنون کے ساتھ جا کر کریں۔ یہ فتنے آج ہیں تو ہمارے لئے انھیں سننے، ان فنون کا مقابلہ ملے گا۔ یہ ملے گا کہ ہونا ہے اس کے لئے یہاں اردو کی ضرورت ہے یہ ایک چھوٹا سا سب کا نام ہونا ہے۔ لہذا کے بھروسہ پر کچھ لوگوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ سردارانہ میں شروع کیا ہے لیکن مسلسل محنت و خوشحالی سے ملنا۔ لہذا یہ سردار ترقی کر جائے گا۔

میں تو تمہاری چارچہ یا سب منزل سفر

لوگ کچھ ملنے گئے اور قلم لہا لہا

جن لوگوں نے یہ کام شروع کیا ہے۔ آپ ان کے ساتھ لگ جائیں۔ یہ مسجد و مدرسہ کا نام ایسا ہی ہے جسے مسجد نبوی درمختار کا نام تھا۔ یہ مسجد نبوی سب سے پہلی مسجد و مدرسہ سب سے پہلا مدرسہ۔ اسی طرح یہ مسجد و مدرسہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا سامان فرمایا ہے میری درخواست ہے کہ اس مدرسہ کو آگے بڑھائیں۔

ستم ظریفی

آج میں ایسا ائمہ دین کے کہ ولی تو ہمارے لوگوں کو ان مدرسوں کی طرف دھیان نہ ہونا ہے اور ان حضرات کو ان مدرسوں کی اعوانہ کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔ وہ بھی صرف مالی

چند روزے کر فارغ ہو جاتے ہیں، اپنے بچوں کو ان مدرسوں میں تعلیم نہیں دلاتے، بلکہ انتظار کرتے ہیں کہ ان مدرسوں میں پڑھنے کے لئے طلبہ کسی اور شہر یا ملک سے آجائیں۔ اپنے بچوں کو دین کی تعلیم نہیں دلاتے الا ماشاء اللہ۔

ہمارے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ لوگ سوال کرتے ہیں کہ اگر ہم نے اپنے بچے کو دینی تعلیم میں لگایا تو کمانے کا کیا؟ کھانے کا کیا؟ ولد صاحب فرماتے تھے کہ میں نے اخبارات میں ایسی خبریں تو بہت ساری پڑھی ہیں کہ فلاں گریجویٹ نے بے روزگاری سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔ آپ نے بھی بہت ساری خبریں پڑھی ہوں گی، تو آپ نے یہ خبر بھی سنی ہے کہ فلاں مولوی صاحب نے بے روزگاری سے تنگ آ کر خودکشی کر لی ہے۔ یہ خبر آپ نے کبھی نہیں سنی ہوگی۔ اور میں نے بھی نہیں سنی، حضرت والد صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنایا کرتے تھے کہ ”مَنْ كَانَ يُلْهُو مَكَانَ الْمَسْكُونَةِ“ جو اللہ کا ہو یا اللہ کا ہو، اللہ کا دُعا ہے، اللہ کے بھروسہ پر اپنی اولاد کو تعلیم دین میں لگائیے، یہ کافی نہیں کہ اپنے بچوں کو اسکول اور کالج میں پڑھائیں اور دوسروں کے بچوں کو یہاں پڑھائیں اسکول اور کالج میں پڑھان کوئی مٹاؤ نہیں ہے، ہمارے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دولت کے دیئے ہیں تو ان میں سے ایک دو تعلیم دین کے لئے لاؤ۔

بچوں کا چندہ

لیکن اب ہوتا یہ ہے کہ ”سری بھیم اللہ کے نام“ میں ایک جگہ جمعہ کی نماز پڑھانا تھا، بہت لمبے تک جمعہ کی نماز پڑھاتا رہا، اور نماز سے پہلے وعظ کرتا تھا کئی سال گزرنے کے بعد میں نے کہا کہ ابھی سنو لوگ کہتے ہیں کہ مونوی جیسا بھی جاتا ہے چندہ کرتا ہے، میں نے کہا اتنے سال سے تمہارے یہاں جمعہ کی نماز پڑھاتا رہا، میں نے

کبھی کوئی پندہ مانگا ہے، لوگوں نے کہا کہ کبھی نہیں اشتراق بھی نہیں مانگا، میں نے کہا آج میں آپ سے چند وہنگوں کا اور دو چندہ ایسا ہے کہ کسی نے آپ کے محل میں نہیں مانگا، دو رو چندہ ہے، بچوں کی دیر میں نے تین بات کہی کہ اللہ اے ملی۔ نے جس کو رو پکے دیے ہیں ان میں سے ایسا کو علم دین میں لگا دیں۔

سننے والوں پر تقریباً بڑا اثر معلوم ہوا، چنانچہ اگلے دن ایک صاحب اپنے ایک بچہ کو لے کر گھر گئی۔ (دارالعلوم گراپٹی) چلے رہے۔ مدار اور انھوں کا تارہ بار گئے، اگلے تھے، انہوں نے کہا کہ آپ کی تقریر میں کل میں بھی تھا، اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں جذبہ پیدا کیا۔ میں اس بچہ کو لایا ہوں، ادنیٰ آپ کے سپرد ہے، تقریباً چھ سال کا بچہ تھا۔ ہم نے کہا کہ اس کا امتحان، الخلاء ہوگا، انہوں نے کہا نہیں نہیں، اس کو داخل کریں، اس کی رہائش و طعام کا انتظام بھی کریں، اور اس کو علم دین پڑھا میں، میں آپ سے نہیں پوچھوں گا کہ آپ نے کیا پڑھا ہے، اور کیا نہیں پڑھا ہے۔ مجھے آپ پر اطمینان ہے اور جو کچھ فرجہ ہوگا میں دوں گا اور کچھ پیسے بھی کھائے پینے اور کپڑوں کی دھلائی وغیرہ کے لئے جمع کرا سکے۔ اسنے چھوٹے بچہ کو دارالعلوم میں رکھنے کا ہاتھ دیا، اتنا ہر نہیں تھا۔ اس لئے ہم نے مجھ کو اسے اپنے گھر رکھ لیا۔ دو تین دن اس کے ساتھ محنت کی، کبھی بستر پر پیشاب کر دیتا ہے کبھی پاخانہ کر دیتا ہے، کبھی کوئی چیز اٹھ کر توڑائی، کبھی کوئی دشمن ہے، دن کے بعد معلوم ہوا کہ وہ تو پاگل ہے، پھر بعد میں حقیقت کی تو معلوم ہو کہ اس بچہ کے تو ماں باپ بھی اس سے۔ بڑے بوئے تھے اور اس کو شہ و بندر کے پاگل خانہ میں لیجاتا تھے، واقعہ۔ ان سے یہ برداشت نہیں ہوتا تھا کہ پاگل خانہ میں داخل نہ کریں، اس لئے دارالعلوم میں داخل کر دیا۔

یہی وہ "مرئی بھیرا" کے نام کی "جوہر دین کیلئے نکالی گئی"۔ یہ خدا کا دین ہے۔ مذاق نہیں ہے، آخرت میں جو بدعت ہے، زندگی کا ہر قدم ہمیں قبر کی طرف ہی رہا ہے، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنا مدد رکھانا ہے، وہ ان کی شفاعت اور سفارش کے بغیر

کئی نوجوان بھی ہوئی ہم نے اس سال کو کام بہت پایا ہے۔ خدا کیلئے قدم بڑھائیے۔ اپنے بچوں کو اپنی مدرسوں میں داخل کیجئے آپ اپنے بچوں کو اپنی مدرسہ میں داخل کریں گے تو آپ کو یہ فکر بھی ہوگی کہ مدرسہ کا معیار بھی بہتر ہو اس طرح اللہ تعالیٰ ہندوؤں کا معیار بھی بہتر ہوگا۔

مدرسہ اور انسان

ایک مصیبت اور ہے کہ اقل تعداد میں مدرسہ اپنے میں نیچے ٹہرت بہت ہوتی ہے۔ اگرچہ مدرسہ اپنے میں تو بلند دینے والے حضرات کیلئے تھکتے ہیں کہ ہم نے کچھ حاصل کیا ہے۔ اس بات پر انسان کو کیا ملے گا؟ ”مدرسہ کا شہرہ ہے اور انسان ہے کہ تمہارے چند دواؤں نے کچھ عرصہ پر چل دیا۔ اگر یہ مدرسہ دوتا تو اپنی زندگی کو دوا کے لئے کچھ عرصہ کاٹ لیتے ہیں۔“

مدرسوں کا موطا افضل القامشیں ہوئی ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی انسان کے ساتھ مدرسہ قائم رہتا ہے تو اسے ہی پتہ چلتا ہے کہ مدرسہ چاہے کتنے مشکل کام سے، بات ہی ہو رہی ہے۔ آپ حضرات تھکے بھی گئے ہوں گے لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ سب آئی دور سے آیا ہوں اپنے دل کی نوجوانیں آپ سے کہیں تو آئیں۔

حضرت مولانا محمد یونس دہلوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چار ایک عالم شریف نے دیکھا کہ وہ کہہ رہی ہیں کہ مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے۔ کراچی میں پہلے سے یہ مدرسہ قائم کرنا ہو چکا تھا۔ اب یہ مدرسہ ایک مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے انہوں نے وطن کیا کہ حضرات کچھ سمجھتے کر دیتے۔ وہ فریادیں کرتے تھے کہ انہوں نے کہا یا خدا تو میں آپ کیلئے آئوں گا اور نصیحت آپ کو لی کہوں، تو آپ خود عام ہیں۔ لیکن ایک بات کہہ رہی ہے کہ یہ مدرسہ آخرت کے لئے قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان کی اس سے بڑی کوئی مصیبت

نہیں، اور اگر دیکھنے کے لئے قائم کرنا چاہتے ہو تو آخرت کی اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں،
نئے لوگوں کا چندہ ہوتا ہے اور وہ مانا جائے گا۔ یہ سب لڑکے اور بچے تو آخرت میں اس کی
جو ابدی کرنی پڑے گی، اس کس کا جواب دے۔“

جو غلوں کے ساتھ مدر۔۔۔ چلائے جاتا ہے، اس کو ایک مصیبت نہیں، بھائی بھائی
بہت سی اٹھانی پڑتی ہیں، اول چندہ جمع کیا پھر کسی نہ کسی طریقے سے مدرسہ کی تعمیر ہوئی،
ایک ایک حصہ جزوا کا بنایا، انہیں سے مدرسہ کو پایا، انہیں سے طالب علموں کو پایا، انہیں سے
تعمیر کا انتظام کیا، جب ہمارے مدرسہ چلا۔

تہمت تراشی

اور دوسرے لوگ جو کام کرنے کے ہادی نہیں، بلکہ ان کی عادت یہ ہے کہ کام
کر بیوالے کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں
کہ سب کچھ سب کے بڑے بڑے آ رہے ہیں، اتنے اٹھنا کھڑا کیا اور اتنے بڑا فلاں
نے کھانے۔ اتنے سیو جسے برائیاں لگا کر غلط اندازوں کی جو حد تک پہنچتے ہیں۔

اردو دانوں اور ہستی والوں کی محرومی

کراچی میں بہت سے لوگ اپنے اپنے محلے کی مسجد کے لئے امام اور خطیب
منگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اتنی تنخواہیں ملے گی۔ مکان دیں گے، لیکن ایک شرط ہے کہ اس کی
زبان اردو ہو، کیونکہ ہمارا مغلہ اردو ہونے والا ہے اردو میں بات کرنا اور اردو کا تو
اس کا اثر زیادہ ہو گا۔ بات بالآخر درست ہے، لیکن میں ان سے کہتا ہوں کہ تمہیں اردو زبان
دانہ آدمی کیسے دے دوں اردو زبان ہونے والوں نے اپنے بچوں کو پڑھنے کے لئے مدرسہ میں
بھیج دیا؟ عالم دین بنایا تمہارے محلہ میں کسی نے اپنے بچے کو بھیج دیا؟

دارالمعلوم میں تقریباً نو ہزار درجن ممالک کے طلبہ پڑھ رہے ہیں اور پاکستان کے بھی تمام علاقوں کے طلبہ زیر تعلیم ہیں، لیکن سب سے کم آنے میں نمک کے برابر اردو بولنے والے ہیں تو میں تمہیں اردو بولنے والا امام و خطیب کیسے دیدوں، خدا کے لئے آپ سوچئے، کہ اگر آپ اپنے اندر سما، تیار نہیں کریں گے تو آپ کی ساری بستیاں ویران ہو جائیں گی، پڑھ پڑھ کر سما، اپنے اپنے علاقوں میں چھپ جائیں گے، مدد دے دے گئے باوجود آپ کی بہت سی علماء سے محروم رہے گی اپنے بچوں کو اس طرف متوجہ کیجئے جو معجزات مدد دے چکا ہے ہیں ان کے ساتھ تعاون کیجئے، روپیہ پیر سے اگر تعاون کر سکتے ہیں اس سے کیجئے، چھٹی کوئی مدد کر سکتے ہیں وہ کیجئے، اور چھٹیں کر سکتے تو کم از کم زبان ہی سے مدد کیجئے، ان کی بہت بڑھائی کے اچھا کام کر رہے ہو، اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم اٹھا تو کیجئے کہ ان کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالئے۔

اگر انسان نہ بنے تو درندہ بھی نہ بنے

امام غزالی فرماتے ہیں کہ انسان تو بہت بڑی چیز ہے، لیکن اگر کوئی جانور ہی بننا چاہے کہ کھانے پینے کے علاوہ کوئی مقصد نہ ہو تو جانوروں کی تین قسمیں ہیں کہ ایک قسم ان جانوروں کی ہے جن کا نفع ہی نفع ہے، جیسے بھینس، گھڑی، بکے، بھینس، ان کی ہر چیز سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے، بالوں سے لکھال سے، گوشت سے، ہڈیوں سے، اور جھنجھ سے، گوہر سے اس کی سب چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

دوسری قسم ان جانوروں کی ہے جو نفع نہیں پہنچاتے تو نقصان بھی نہیں پہنچاتے۔ جٹھوں اور سمندروں میں بہت سے ایسے جانور ہیں جو نہ دردے ہیں کہ نقصان پہنچائیں اور نہ نفع پہنچاتے ہیں۔

تیسری قسم کے جانور وہ دردے ہیں جو دوسروں کو نقصان ہی پہنچاتے ہیں، نفع

کچھ نہیں پڑھتا جس کو کھانچا نہ تھا۔

مہم خزانہ فرماتے ہیں کہ اصل منصب تو یہ تھا کہ تم انسان بنے، جو بہت اعلیٰ درجہ ہے، خدا بنے، اللہ والے بنے، لیکن اگر تمہیں جانور بنی بنا ہے تو پہلی قسم نے جانور بن جاؤ، دوسری قسم کے نہیں بن سکتے تو تیسرا قسم، دوسری قسم کے تو بن جاؤ، لیکن تیسری قسم کے جانور بننا پڑے گا۔۔۔ خدا بننا چاہتے ہو۔

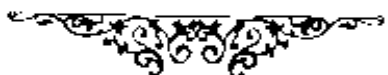
مدرسے سے آقاؤں کی انتہائی

قرعہ خلاصہ یہ ہے کہ یہ عجیب و غریب عالم ہے۔ بہت سی امیدیں خیر قبول اللہ والوں نے قائم کیں اور ہے آپ حضرات سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ آپ کے فرائض میں داخل ہے کہ جب رات باری میں ایک معیار میں ہر سہ جواں شہر بنی، یعنی شہر و ریات کو چھوڑ گئے، پچھلے دنوں یہاں کے لوگوں کو اس کے لئے خوشی کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہم دین کی خدمت میں توفیق کامل عطا فرمائے۔ اور جو لوگ دین کی خدمت میں آگے بڑھنے ہیں ان کے ساتھ تمام ان کی توفیق عطا فرمائے۔

و الحمد لله رب العالمین



اِس خدا کو پُر کریں



- زانے - رشتہ کی جو رشتہ کی خیریت کا
 - پتہ - پتہ کی جو رشتہ کی خیریت کا
 - پتہ - پتہ کی جو رشتہ کی خیریت کا
 - پتہ - پتہ کی جو رشتہ کی خیریت کا

﴿اس خلا کو پر کرین﴾

جامعہ دارالعلوم تراجی کے طلبہ کے نیا نیا غرامیخیز خطاب

خطبہ مستونہ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به
و نتوكل عليه و نعوذ بالله من ضرور أنفسنا و من
سبائ أعمالنا من يهده الله فلا مضى له و من يضلله
فلا هادي له و نتعهد أن لا إله إلا الله وحده
لا شريك له و نشهد أن سيدنا و مبدئنا و مولانا
محمداً عبده و رسوله صلى الله تعالى عليه و على
آله و صحبه اجمعين و سلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا

اما بعد!

فاتقوا بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن
الرحيم

۞ إِنَّمَا نَحْنُ حَسْبُ اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ الْمُتَعَمِّرِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

غفورؑ (۲۸/۲۹)

تہذیبی کلمات:

عزیزِ طلبہ کرام!

آپ سے خطاب کے لئے بار بار ارادہ ہوتا ہے لیکن مشغول کی وجہ سے نہیں جاتا ہے۔ البتہ اگر سنی والدوں کی طرف سے قحط ہوتا رہے تو ہمارا دھیان بھی زیادہ ہو جاتا ہے اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح وقت نکالیں اور اُمرِ طلبہ یاد دہانی نہیں کراتے تو ہم سمجھتے ہیں کہ چلو ہماری بھی پھٹی ہوئی۔ پھٹی کا تو ہر ایک کو شوق ہوتا ہے۔ ہمیں بھی اس کا شوق ہے۔ طالب علم تو ہم بھی ہیں کیونکہ طالب علمی تو کبھی بھی ختم نہیں ہوتی۔

اب کچھ طلبہ نے یاد دہانی کرائی اور قہر صاحبان تو یاد دہانی کراتے رہتے ہیں تو اللہ کے نام پر ہم نے آج خطاب کرنے کا ارادہ کیا۔

ہم دھوپ میں کھڑے ہیں:

عزیزِ طلبہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے بڑے ایک ایک کر کے رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کتنا بڑا ظالم پیدا ہو گیا۔ ہمارے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا۔ اس کے ایک سال بعد مولانا اکبر علی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ پھر مولانا عاشق ابن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ ہجرت کر کے چلے گئے۔ لیکن اس کے بعد بھی الحمد للہ ابھرے یہاں اکابر موجود تھے۔ حضرت مولانا قادری رعایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا حبان محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مولانا غنی الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیکن پچھلے چند سالوں کے طور پر یہ سب ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ اب ایسے معلوم

ہوتا ہے کہ ہم دھوپ میں کھڑے ہیں۔ ہمارے اوپر سے سایہ ختم ہو گیا ہے۔

میرے دل پر چوٹ لگتی ہے:

رجسٹر حاضری جس پر اساتذہ کرام دستخط کرتے ہیں۔ اس میں اساتذہ کا نام قدامت اور زلفی کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ پچھتر سو پہلے تک جب وہ رجسٹر ہمارے پاس دستخط کرنے لئے آتا تھا تو اس میں میرا نام پانچویں نمبر پر ہوتا تھا۔ سب سے اوپر قاری رعایت اللہ صاحب، پھر حضرت مولانا غلام محمد صاحب، پھر حضرت مولانا جہان نواز صاحب کا، پھر حضرت مولانا طیف صاحب اور پانچویں نمبر پر ہمارا نام ہوتا تھا۔ پھر چوتھے نمبر پر آیا، پچھترسے نمبر پر آکر پھر دوسرے نمبر پر آیا۔ اب پہلے نمبر پر ہمارا نام ہے۔ کسی کو خوشی ہوتی ہوگی کہ ہمارا نام سب سے پہلے آیا لیکن یہ رجسٹر سب میرے سامنے آتا ہے تو میرے دل پر چوٹ لگتی ہے۔

ہر کثیر بی فوٹ الکثیر انہ

"بڑوں کی موت نے مجھے بڑا بنا دیا۔"

یہ کشتی بھی کنارے تلنے والی ہے:

اگر اب میرا دل بھی یہ ہے کہ اس سال کے جمادی الثانی سے تیسری سالوں کے اعتبار سے میری عمر کے ستر سال پورے ہو جائیں گے۔ یہ بہت لمبا عرصہ ہے تقریباً دو تہائی صدی بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت زندگی دلی اور اس کا کرم ہے کہ وہ کام سن رہے ہیں۔ دعا ہے اور آپ بھی میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ معذوری سے بچائیں۔ جب تک زندگی ہے اپنے سوانحی کاموں نہ کریں۔ چلتے باتھ ہاؤس کے ساتھ بیٹھ اٹھیں۔

نور سے استاز محترم حضرت مولانا محمد بن محمود صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت اہتمام سے یہ اُما فرمایا کرتے تھے کہ اللہ! مجھے مزدوری سے بچا لیجئے۔ کسی کام کی نہ بنائیے۔ چنتے ہاتھوں میں وہ نہ بیچتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی انہی قول فرمائی اور ایسے اغایا کہ چند منٹ میں رخصت ہو گئے۔ بالکل درخت تھے، دفتر میں آئے تھے۔ دوسرے کھنے میں میر سبق ہوتا تھا، تیسرے اور چوتھے کھنے میں وہ بخاری شریف پڑھتے تھے۔ پہلے دفتر آتے تھے۔ اور پھر وہاں سے سبق پڑھتے تھے۔ میں اپنی پڑھا رہا تھا۔ حضرت ختم پور ہا تھا۔ میں اس گھر میں تھا کہ حضرت ختم پور ہا ہے۔ ابھی استاذ انیس کے لیکن ان کی جوانی قاری عبد الملک صاحب آئے اور یہ اطلاع دی کہ حضرت کا انتقال ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی کام کی نیکی نہ دی، وہ روزی بھی دے رہے کہ اللہ تعالیٰ میں کھن مزدوری سے بچائے مگر بہر حال میری بتا رہے کہ اب یہ شخص بھی کفار سے نکلے دلی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ رب العالین کا کب پیغام آجائے؟

اس خلا کو پر کرنا ہمارے لئے سہاں نہیں رہا:

اب یہ بات سوچنے کی ہے کہ ہمارے بزرگ کون تھے۔ نہ میٹ شریف میں آٹا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو یہ سب نہیں کر لیا کہ کسی عالم کے دل سے علم نکلے یا جا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہم کو وہاں پہنچا ہے، علم کو وہاں لے کر۔ ان کے بعد دو ہائیں ہوتے ہیں وہ ان جیسے نہیں ہوتے۔ ان کے پاس احکام علم، اپنی تحقیق، تاریخ اور اپنی قرینیں ہوتی، وہ بعض اوقات ایسے لوگ بھی پیدا ہو جاتے ہیں جو پہلوں سے زیادہ دھوکے ہیں لیکن اب کم ہوتا ہے۔ زیادہ تر یہ ہوتا ہے کہ جو بزرگ، رخصت ہوتے ہیں، ان کی عاقبت بعد کے لوگوں سے نہیں ہوتی۔

حضرت مولانا محمد بن محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال سے دارالعلوم میں ایک

زیروست فلا پیدا ہوا، لیکن اللہ تعالیٰ نے کام چلا دیا۔ ان کی کچھ امدادیاں موانع نہیں
اتھیں، صاحب نے سنبھال لیں، کچھ موانع تھے، مٹائی، صاحب نے سنبھال لیں، کچھ موانع
نے سنبھال لیں، کچھ موانع تھے، موانع مٹ گئے، صاحب کی وفات کے بعد اس خلا کو پُر کیا
اور اسے اُن کے آسمان نہیں رہا۔ اسباق میں بھی خلا پیدا ہوا ہے، اور کھوئی کھوئی میں بھی
خلا پیدا ہوا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس خلا کو مٹا دے اور کھوئی کھوئی کے ساتھ یہ فرما دے۔

کیا ہماری پیداوار اس قابل ہے؟

یہ سب باتیں میں آپ کو اس لئے رہا ہوں کہ اب آپ لوگوں کو پیوری کر رہی
ہے۔ جانے والوں کی جگہ آپ کو نہیں کوئی ہے۔ آپ نے ساتھ آپ کے ساتھ ہو
تھیں، کر رہے ہیں، اور کبھی اسی لئے کر رہے ہیں۔ آنکھیں مٹ رہی ہیں، اور اسے یہی
سند چلا ہے کہ بڑوں نے رخصت ہوئے سے پہلے اپنے چھوٹوں کو تیار کیا تاکہ وہ ان کی
جگہ لے سکیں۔ چنانچہ سب رخصت ہوئے تو چھوٹوں نے ان کی جگہ لے لی۔ جب وہ
چھوٹے بڑے ہوئے تو انہوں نے اپنے چھوٹوں کو تیار کیا تو سب رخصت ہوئے تو ان
کے چھوٹوں نے ان کی جگہ لے لی۔ اب ابھی بھی کام کر رہے ہیں۔ آپ کو تیار کرنے
کی فکر اور کوشش میں ہیں۔ اب اس بات کا ہر روز یہ آپ کا کام بھی ہے اور ہمارے سب
ساتھ کام کر رہے ہیں، یہ بھی کہ جیسا کہ ہم تیار کر رہے ہیں، یا یاد اس قابل ہے کہ ان امداد
داروں کو سنبھال لے جو بڑے اور کم سیر ہو کر رخصت ہوئے ہیں۔

بچپن سب کا ایسا ہوتا ہے

یاد رکھئے! اس پر کرام ہے۔ اگر آپ غلامی مضمین غنیمتات پیدا ہوئی ہیں، وہ
بچپن میں پتے چھبے ہوئے تھے جیسے آپ ہیں۔ ان میں سے کئی کوئی نہیں تھی کہ

ان میں سے کوئی امام ایسا نہیں ہے کہ اس کا کوئی امام مانگے، کوئی امام شیعہ ہے کہ اس کا کوئی امام احمدی نہیں ہے، کوئی امام غازی، کوئی امام فارابی ہے کہ اس کا کوئی امام پیروانوں میں نہیں ہے، کوئی امام غزالی، کوئی امام غزالی ہے کہ اس کا کوئی امام پیروانوں میں نہیں ہے، کوئی امام غزالی، کوئی امام غزالی ہے کہ اس کا کوئی امام پیروانوں میں نہیں ہے۔

ابھی سے تیاری کریں:

اے! میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو فکر کرنی چاہیے کیونکہ آپ پر ذمہ داری آئے گی۔ آپ میں سے بہت سے طلبہ دورِ حدیث میں پڑھتے ہیں، فارغ ہو جاتے ہیں ان پر ذمہ داریاں آ جاتی ہیں، پھر کلمہ کے طلبہ ہیں، وہ فارغ ہونے کے بعد پر ذمہ داریاں آ جاتی ہیں، کوئی استاد ہو جائے اور کوئی مشق ہو جائے، کوئی مصنف ہو جائے اور کوئی واعظین جائیں گے اور کچھ لوگ مدرسوں کے ذمہ داران بن جائیں گے۔ ابھی سے آپ لوگ محنت اور کوشش کریں کہ وہ یہ تیاری مکمل ہوئی تو ان کے ذہن پر وہ کی جگہ لے لیں گے۔ کوئی یہاں تک کہ اس کا کوئی اپنے شہر میں جگہ لے لے اور کوئی کسی اور شہر میں جائے اپنے ارد گرد کی جگہ لے لے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا یہ کام ہوا اور وہاں رہے۔

علم بڑا غیور ہے:

خدا سے اس کا تعلق ہے کہ امام رسول اللہ ﷺ میں اور یہ قلم ہدایت کی طرف رہا، وہاں ہے۔ ابھی میں کانٹے کے شکار میں ہوں۔ آپ بھی اسی کانٹے کے شکار میں ہیں۔ یاد رکھیں کہ قلم کے شکار میں ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں۔ یہ بہت کٹھن ہے، قلمیوں اور مجاہدوں کا راستہ ہے۔ جس علم کو جس کرنے میں آپ لگے ہوئے ہیں۔ یہ

آسانی سے نہیں ملتا، بڑی سخت محنت چاہتا ہے۔ حضرت تمام بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ لفظ ہمارے دامنِ حبِ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم طلبہ کو بار بار سنایا کرتے تھے کہ

يَا لِعِلْمٍ لَا يُعْطِيكَ نِعْمَةً خَيْرَ نِعْمَةٍ شَكَكَ بِهَا

”علم اس وقت تک تمہیں اپنا ایک ذرہ بھی نہیں دے گا، جب تک

تم اپنا سب کچھ دے نہ دو۔“

علم بڑا خیر ہے، ہر شخص اس علم سے استفادہ کرتا ہے، علم اس کے پاس نہیں جاتا اس سے دور رہتا ہے۔ جو علم کا محتاج بن کر اس کے پاس آتا ہے تو علم اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر تم اپنی ساری توانائیاں، صلاحیتیں اور کوششیں علم کے سپرد کر دو گے تو پھر علم اپنا کچھ حصہ تم کو دے دے گا ورنہ کچھ حصہ بھی نہیں ملے گا۔

ایسا ہرگز نہ ہو گا:

جو طلبہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اور بھی بہت سارے کام کرتے رہیں گے اور علم بھی مل جائے گا تو ان کا یہ خیال غلط ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ سونا اور کھانا پینے بھی چھوڑ دیا جائے۔ علم کے لئے تو سونے کی بھی ضرورت ہے اور کھانے پینے کی بھی پانچوں وقت کی نماز تو فرض ہی ہے اس کے علاوہ ضروری عبادات کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ جسمانی ورزش کی بھی ضرورت ہے تاکہ صحت ٹھیک رہے اس لئے عصر سے مغرب کے درمیان اس کا وقت بھی دیا جاتا ہے اور اس کے لئے باقاعدہ ایک میدان بھی تیار کیا گیا ہے، یہ سب ہم کیلئے کوشش میں داخل ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ناولیں بھی پڑھتا رہے گا، فی وی وی کے تقریبی پروگرام بھی دیکھتا رہے گا، بازاروں اور ہوٹلوں میں بھی اپنا وقت ضائع رہے گا اور پھر ہم بھی نہ صل کرے گا تو یہ اور کئے! ایسا بے گز نہیں ہو گا۔

ایک دن کے نامے سے جی لیس دن کا نقصان :

یا اللہ! رات اور نشت مجبوری کے بغیر نہ کر کے والے طاعنوں کو غم نہ ہو،
 ہمارے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ السلام زہد و انی سے حوالے سے کسی بزرگ نے کہا
 کہ جب ہم ایسا بھی قبول نہیں کیا کرتے تھے کہ ہر رات چاہے یہ کہ ایک دن کے نامے سے
 چالیس دن کا نقصان ہو جائے۔ بعد میں یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ایک دن سے چالیس
 دن کا نقصان یہ ہے۔ ہاں! نامہ تو صرف ایک دن کے اس وقت کو یاد دلاؤں گے جو میرے ہاتھ سے
 نہیں چلا اور اچھے لوگوں کے اس بات بھی پڑے ہیں۔ تو سمجھ بیٹھے اس نامہ کی ہر سے تسلسل
 ہوئے ہوئے ہے۔ یہیں شیش آکر ایک بند سے فوت جائے اور پھر آپ اس کو جوڑ دیں تو
 اگرچہ چڑھا تو جائے نہیں اس کے اندر شیبہ پڑتی رہے کہ جو تو آپ نے بار بار سے کہنا یہ
 یہ بھی ایسے ہی سے شیشہ ٹوٹ گیا۔ اسکا نہ تو سہی چڑھا یا ٹکڑوں آپ اس میں حاضر نہیں
 آئے۔ ہاں اگر اسکا نہ تو سہی نہیں چڑھا تو پھر اس کا نقصان اور ایسی ہی نہ تھی
 نہیں ہوتی۔ بے برکتی اس نامے سے ہوتی ہے جس میں اسکا نہ تو سہی ہو اور پھر تعدید
 مجبوری کے بغیر نامہ نہ یاد آ کر مجبوری واقعہ شدید ہو جائے۔ اللہ کے نام سے امید ہے کہ
 اللہ اللہ یہ برکتی نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو مجبور نہیں کرتا جو اپنی چوری
 پوشش کرتا ہے۔ یہ برکتی یا کسی شدید مجبوری کی وجہ سے نہ آتا نہ گناہ۔ اللہ تعالیٰ ایسے حال و
 کے نقصان کی علامت قرار دیتے ہیں۔

یوں کہ یہ ہم شدید مجبوری کے بغیر نامہ نہ ہے۔ وہ دراصل اپنے اس نامہ کو بھی
 نامہ کہہ رہا ہے۔ اپنے والدین کو بھی جو کہ وہ رہا ہے اور جتنے لوگ اسے طالب علم
 کے نام سے جانتے پکارتے ہیں ان میں وہ جو کہ وہ رہا ہے کیونکہ ایسا طالب علم دراصل
 طالب علم نہیں ہے۔ وہ دھوکے دار ہے۔

ایک لطیفہ:

ایک صاحب زادے تھے، انکو کام نہیں کرتے تھے، چاہتے بھی نہیں تھے، مگر
میں چاہے دیتے تھے۔ والد سنے کئی بار بھائی لگان ان کے کان پر جون تک نہیں رہتی تھی۔
والد صاحب سمجھتے رہے، آخر ایک دن صاحب اب صاحب سنے پہ چہنکے پر سنے کا
نیا فائدہ ہوگا، والد صاحب نے کہا کہ یہ حالوٹے تھوڑے سوچو، اے۔ استدلال جانے لے۔
بیٹے نے کہا کہ استدلال جانے کا کیا فائدہ ہوگا؟ والد نے کہا کہ نہیں ابھی۔ راستہ مل جا۔
نہیں۔ بیٹا بولا، پھر کیا ہوگا؟ والد نے کہا کہ پھر انچی ٹھنڈا ملے گی۔ بیٹا بولا، پھر کیا ہوگا؟
باپ نے کہا کہ تم شادی کر لینا اور مکان بنا لیتا۔ بیٹا بولا تو پھر کیا ہوگا۔ باپ نے کہا کہ پھر
میں سے زندگی ختم رہے۔ یوں کر بیٹے نے کہا کہ اب کیا کرنا ہوں ابھی بخش کی زندگی تو
اب بھی ختم نہ ہوں تو بچہ اپنی محنت کی کیا ضرورت ہے؟

بعض بے وقوف صاحب علم اس طرح بنا وقت نسیج کر دیتے ہیں اور بائیس ہر
یا کروالہ بن کو خوش کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ اس طلبہ کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ آپ
توجہ کریں گے تو بہت سے ایسے لوگ آپ کے ذہن میں آجائیں گے جنہوں نے اپنی
زندگی اس طریقے سے گزار دی اور آج دو تکلیف اور بے کاری کی زندگی گزار رہے
ہیں۔ یہ جزا خسار کی بات ہے کہ ایک طالب علم اپنے گھر کو بھی چھوڑے، والدین کو
بھی چھوڑے۔ وطن کے آرام و راحت کو بھی چھوڑے، یہاں رہا، صاحب علمی کے مجاہد۔
بھی نہ رہے لیکن پھر بھی علم حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

اکا بر دیو بند کی نمایاں خصوصیات:

ہمارے مہاراشٹر یونیورسٹی کی خصوصیات میں سے ایک بڑی خصوصیت علمی و تحقیقی تھی۔

اور اس سے "اللہ" کی آواز آتی رہتی تھی۔ ہر وقت یہ ذکر جاری تھا۔ انہوں نے اپنی جوانی میں نبیؐ کے کثرت ذکر کیا ہوگا کہ اس کی وجہ سے یہ کیفیت بن گئی تھی کہ ان کا ارادہ ہوا نہ ہو، ہر وقت "اللہ اللہ" کا ذکر جاری رہتا ہے۔ جس کی یہ مرید تھیں اس بزرگ کا کیا حال ہوگا۔

وہی طریقہ سنت کے زیادہ قریب ہے:

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ایک بحیم آیا کرتا تھا۔ حضرت کے بال بھی کاٹا کرتا تھا۔ ان بچہ تھا۔ ایک مرتبہ اس کا سہارنپور ملانا ہوا۔ سہارنپور میں حضرت مولانا ظلیل احمد صاحب سہارنپوری رہتے تھے۔ آپ سنی اہلِ دلائل کی مشہور شرح "بذل الحجبہ" کے مصنف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدیث میں یہ مقام دیا کہ عرب اور عجم میں آپ کی اس شرح کو باقوں پر ترجیح دیا جاتا ہے۔ یہ جو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو۔ وہاں اس کو کوئی مسئلہ یاد آگیا تو اس نے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ حضرت فلاں عمل میں اس طرح کرنا سنت کے زیادہ قریب ہے یا دوسری طرح کرنا سنت کے زیادہ قریب ہے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا اس نے جواب دیا کہ فلاں طرح فرمایا وہی طریقہ سنت کے زیادہ قریب ہے۔

نورِ سچے! حضرت مولانا ظلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا کہ فلاں کتاب میں یہ لکھا ہے کہ اس طرح کرنا اقرب الی اللہ ہے بلکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عمل کا حوالہ دیا کہ چونکہ حضرت مشکوٰی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عمل اس طرح ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اقرب الی اللہ یہی ہے۔ اس سے

اعظم ہونا کہ ہمارے اکابر ملت کا چہرہ چہرہ نمونہ تھے۔ ان کے عمل کو دیکھ کر لوگ اپنے
کا لیتے تھے کہ ملت کا طریقہ کونسا ہے؟

سنت تبھی مناظروں سے زندہ نہیں ہوتی

ملت کا اقتدار جس میں یہ بزرگان دیوبند کا نہ تھا۔ اب یہ سب باتیں تو اچھی
چلی جا رہی ہیں۔ صرف دیوبندیت کا نام باقی رہ گیا ہے۔ وہ یوں کھو گیا ہے کہ اب
ملت کا نام سب کے دلوں سے لڑائی سے لڑائی کر رہا ہے۔ تو فیہ مقتدروں سے لڑائی
کر رہا۔ ان دنوں سے فرہست علیہ شیعہوں سے لڑائی کر رہا۔ کسی نہ کسی نوعیت کے مارے ہی
رہا۔ یہ کہنے سنت بھی مناظروں، تقریروں اور اہل سنت و جماعت میں ہوتی بلکہ ملت زندہ
ہوتی سے سنت پر عمل کرنے سے۔ قوت برج یوں اور ہمارے درمیان چھڑاؤ اور فرق نہیں
رہا۔ ہم نے مسلک دیوبند کو غریب یا پیچھے کیل دیا ہے۔ ہر دوروں کے اندر بھی اب بڑی
مشکل یہ ہوتی ہے کہ طلبہ کا دیکھنا یہ ہے کہ اس سے لڑو، اس سے لڑو۔ یہ فکر نہیں ہوتی
کہ شیطان سے لڑو، اپنے نفس سے لڑو، مائتد ہمارے سب سے بڑے دشمن تو ہیں وہ
ہیں۔ ان پر فتح حاصل کرنا اصل ہے۔ جب تم ان دو دشمنوں پر فتح پا لو گے تو اللہ کے فضل
و کرم سے دنیا کا کوئی دشمن تمہارے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکے گا۔ سچا پکارم کے پاس سب
سے بڑا دشمن اب بھی تھا کہ انہوں نے شیطان اور نفس پر فتح حاصل کر لی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ
ہوا کہ وہ اپنی کو فتح کرتے رہے۔ سچا پکارم کی ملت کا نمونہ تھی اور ملت کا ہیرو
ہے کہ معیار حق ہے، کلید کامیابی ہے اور فتح و نصرت کی ضمانت ہے۔ قوت ہم پر شام پڑتے
ہیں کہ ہمارے غلامیہ، غریب کا پروردگار بہت ہے۔ ہمارے خلاف فلاں فرقوں کا
پروردگار بہت ہے۔ یہ پروردگار تو پہلے بھی تھا۔ دشمن تو پہلے بھی تھے لیکن ہمارے بزرگ
نفس و شیطان پر فتح حاصل کر کے اور اپنے آپ کو ملت کا نمونہ بن کر ان پر فتح حاصل

تہ پہنچتے تھے۔

اسباق میں پوری توانائیاں لگا دو:

میرے عزیز طالب علمو! اب آپ وہاں بڑوں کی جگہ سنبھالتی ہے۔ ابھی سے اپنے آپ کو سخت کاغذ پر بننے اور نفس و شیطان پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کیجئے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اسباق میں اپنی ساری توانائیاں لگا دو۔ اسباق پر توانائیاں لگانے کا حاصل تین چیزیں ہیں۔ جسے فلسفہ اہل سنت حضرت مولانا شفیع علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

۱۔ سبق سے پہلا مطالعہ

۲۔ سبق میں پابندی سے حاضر ہونا، اس میں یہ کوشش کہ استاد سے پہلے درجہ گاہ میں پہنچے۔ بعض طلبہ دیر بیٹھے ہونے انتظار کرتے رہتے ہیں کہ جب استاد آئے گا تو ہم بھی چلے جائیں گے، ایسے طالب علم میں اور وہ طالب علم جو پہلے سے درجہ گاہ میں استاد کے انتظار میں بیٹھا ہوتا ہے یہ بڑا فرق ہوتا ہے۔ جو طالب علم محتاج بن کر پہلے سے استاد کا منتظر ہو کر بیٹھتا ہے۔ اندر بے العافیت اس کو اپنے استاد سے زیادہ فائدہ پہنچاتے ہیں۔

درس کی پابندی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ طالب علم استاد کی طرف پوری طرف متوجہ رہے۔ بعض طلبہ یہ سوچتے ہیں کہ اب جو مسئلہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ مسئلہ ہم نے فلاں کتاب میں پڑھا تھا، اس لئے اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس مسئلے کے بیان کے دوران وہ متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی غصہ کی بات ہے۔ یہ استاد کا انداز الگ ہوتا ہے۔ پہلے ایک استاد کے بارے میں سے معلوم ہوا تھا۔ اب دور سے استاد سے بھی معلوم ہو گیا تو اس کی راستہ کچھ اور ہو گئی۔

۳۔ اور تیسرا کام ہے سبق کے بعد غور اور

وہاں آپؐ کا ہر قدم تین سو چھترہ گز چلنے سے بڑھتا تھا۔
 اس میں ہر قدم پر چھترہ گز چلنے سے بڑھتا تھا۔
 عقیقہ آنکھ کی اور عقیقہ ناک پر ہوتی تھیں۔
 عقیقہ آنکھ کی اور عقیقہ ناک پر ہوتی تھیں۔
 عقیقہ آنکھ کی اور عقیقہ ناک پر ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والحمد لله رب العالمین



صحیح مسلم کی تادریس و تشریح

۱۰۰ — حضرت امیر دلائل محمد رفیع الدین صاحب مدظلہ العالی
 دہلی — صاحب دارالعلوم، دارالافتاء، دارالحدیث
 دارالترغیب، دارالانوار، دارالکتاب، دارالعلوم، دارالافتاء، دارالحدیث
 دارالترغیب، دارالانوار، دارالکتاب، دارالعلوم، دارالافتاء، دارالحدیث
 دارالترغیب، دارالانوار، دارالکتاب، دارالعلوم، دارالافتاء، دارالحدیث
 دارالترغیب، دارالانوار، دارالکتاب، دارالعلوم، دارالافتاء، دارالحدیث

صحیح مسلم کی نادر المثال شرت

خطبہ مسنونہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

محکم اساتذہ و امام اساتذہ علم دینیہ، معزز حاضرین اور عزیز شاگرد

اسکی خوشیاں صدیوں میں نصیب ہوتی ہیں:

اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں جس سہرت نے اظہار شہرت کے لئے آئی یہ
مجھے منعقد ہوئی ہے۔ اس لئے بارے میں یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اس نوعیت کی
نوشیاں صدیوں میں ہرگز نصیب ہوتی ہیں۔ پہلے ایک جزو سال میں ایسے واقعات بہت
نہل غلابا پیش آئے ہیں کہ ایسے غلوں، اطمین اور محظوظانہ کام سرانجام دیا گیا ہو جیسا یہ کام اللہ
تعالیٰ نے ہر روز و ہر زمانہ ہماری نگہوں کے سرور اور امیدوں کے مرکز مولانا محمد تقی عثمانی
صاحب رحمہ اللہ سے پایا ہے۔ یہ بایں تالیفات ان صدی کا دو کارنامہ ہے کہ اس کی عظمت کا
انداز بہت محسوس ہوتا ہے کہ انہیں نے یہ نکتہ جس موضوع پر یہ کتاب لکھی تھی کہ یہ

کتب حدیث میں اس کی تفسیر نہیں ہے۔ اسی طرح فقہ ابوبریٰ سے بارے میں بھی مختلف طور پر فرمایا ہے۔ اس شرع کی مثال پوری دنیا میں موجود نہیں۔ یہ وہ امتثال شرع ہے۔ علامہ رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے شاہین شرع کوئی شرع نہ ہونے کی جو شکایت کی تھی، مگر وہ ان تجربہ مند محدثین سے کہ امت کی طرف سے یہ قرآن دکھایا ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح ترمذیہ دریا بہوڑ ہے لیکن :

الحمد للہ صحیح طبع بھی حدیث کی بڑی قبول کتاب ہے۔ صحیح بخاری نے حدیث حدیث کے اعتبار سے صحیح مسلم کو دور دراز درجہ درجہ میں ترتیب اور انداز بیان کے اعتبار سے تو اس صحیح بخاری پر بھی فوقیت حاصل ہے۔

اس کی بھی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ ہمارے زمانے کی مشہور ترین اور متداول شرح علامہ نووی کی ہے۔ بلاشبہ یہ شرع کا ایک گہوارہ کی عمدہ مثال ہے۔ لغات، انباء اور رجال، سند و متفقین حدیث کی تفصیلات اس کا حصہ و جہادیت ہے، مگر تھوڑا سا لے کر لے کر دیکھنا کہ علامہ نووی نے کیا فرمایا ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحیح بخاری کی شرح فتح الباری اور مسلم شریف کی علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح "بہار" میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح ترمذیہ بہت عمدہ کتاب تھی لیکن بہت ہی مختصر رہنے کی وجہ سے مسلمان شریعت کے بہت سے مسائل ایسے تھے جو اپنے سے کسی شرح کو تلاش کر رہے تھے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "فتح المصباح" لکھنا شروع

کی لیکن وہ مکمل نہ ہو سکی

اللہ اعلم بالصواب۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتح المصباح لکھنا شروع کیا

لائقہ دہلی کا نتیجہ ہے۔

۱۹۳۷ء میں جب یہ عظیم ترین اسلامی سلطنت دنیا کے نقش پر مسودہ ہوئی تو ہمارے بزرگوں کے پیش نظر سب سے پہلا اور بنیادی کام یہ تھا کہ اس محکمہ کو قرآن و سنت کی تشہید، اسلام کے عادات و نظام اور معاشیات کے میدان میں اسلام کے فہری اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے۔ یہی اس نظام حکومت کو اسلامی مکتبہ پر استوار کیا جائے۔ اور اس مقصد کے لئے انہوں نے رستہ ان ایک کردہ ہے۔ چنانچہ یہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے قرارداد مقاصد کا مسودہ تیار کیا۔

میرے پاس اس مسودے کا ایک کچا ورق موجود ہے۔ جس پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم کی بھی تھوڑی تحریر ہے۔ علامہ ماجد حفصت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں کے تھوڑے بکھ بکھ جملے بھی موجود ہیں۔ اس کو علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رفقاء و کارکنوں کے مشورے سے مرتب کیا تھا۔

پاکستان کے اس وقت کے وزیر اعظم شہید ملت لیڈر علی خان مرحوم نے علامہ عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ مسودہ لیا اور کہا کہ آپ کو یہ مسودہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ میں خود بحیثیت پارلیمانی لیڈر اور وزیر اعظم اس قرارداد مقاصد کو پیش کرانگا تاکہ ہم پوری قوم کے ساتھ ایمان سے اسے منظور کرا سکیں۔ چنانچہ ہم اسمبلی کے اجلاس میں اس وقت شریک تھے جب یہ تاریخی قرارداد اسمبلی میں پیش کی گئی۔ یونان نے بڑی خوشیوں کے ساتھ اسے منظور کیا۔ قائد ملت لیڈر علی خان اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریریں ہوئیں جو پاکستان کی تاریخ کی عظیم تقریروں میں سے دو تقریریں ہیں۔

ماہرہ شافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی اہل بیت کے ہندو معبودوں کی بات نہ کیا۔ یہ "فتح المہم" کا کام تھا۔ نہ ہندو تھے۔ چنانچہ یہ عظیم شرح جو انہیں آدھی سے زیادہ باتیں تھیں ان کو کام آئے گی۔ جاہد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی تمنا تھی کہ وہ اس کی تکمیل فرمائیں لیکن ۱۹۳۹ء میں اہل ایس کو یہ تکمیل دینا اس قدر فی سے ناممکن ہو گئے۔

مکمل اکابر "فتح المہم" کا تکمیل قلم کرنے کے خواہش مند تھے

آپ کے بعد کے اہل بیت کے بعد آپ کے شاگردوں اور آپ کے تعلق رکھنے والے علماء کی شدید خواہش تھی کہ فتح المہم کی تکمیل ان کے ہاتھوں انجام دے جائے۔ میں نے اپنے والد ماجد مفتی محمد رفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مرید حضرت خورشید علیہ السلام حضرت محمد ابراہیم کو مدخلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام اہلسنن کے مختلف مدارس حضرت احمد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ وہ اس بات کی قائل تھے کہ کاش اس عظیم کتاب کو عمل کیلئے کی معارف ہمارے ہاں آجائے لیکن ان کی دیگر بعض مشغولیات بہت زیادہ تھیں۔ ان کی وجہ سے یہ کام ان کے ہاتھوں نہ ہوا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کو سند میں فضل اور نعمی بڑا ہونے کی نیکات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد اس معارف نہ ہی دے سکا۔

میرزا مقل حیران ہے:

یہ اور مزاح مولانا محمد تقی عثمانی رحمہ اللہ کے بارے میں کی جاتا ہے کہ جس طرح اس نے اہل القہر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا۔ ان کے ساتھ بھی استعمال کر رہا تھا، لیکن والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرف متوجہ نہ کیا، اور اس دوسرے شیخ الاسلام نے فتح المہم کی تکمیل اس امداد میں کی کہ یہ نبی مقل میرزا

ہے۔ میرے خیال میں یہ دم کو دیکھنا ہی کی چوٹی نہ کر سکتے تھے بھی زیادہ پیش قدمیاں سے ملے۔
پراس پر آشوب دور میں جہاں یکسوئی ملتا، ہو چکا ایسے کام کیلئے کامل یکسوئی ناگزیر تھی۔

والہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال سے چند بیٹھے پہلے یہ کام شروع ہوا تھا۔ چند ماہ بعد ہماری زندگی کا سب سے بڑا سہارا ہمارے سر سے الگ ہو گیا، اور اعلیٰ مقام پر پہنچا۔ اس کی فائدہ دہریاں جو، بے برکتوں نے ہم دونوں بھائیوں پر ڈالی تھیں۔ اور اوصاف کی انتظامی ذمہ داریوں اور باقی کی مشغولیت اور فرائض کی جان مسلسل مشقت اپنی جگہ تجربہ کرتی تھی کہ اس نے سب کچھ ان کی دیکھی تھی ضروریات پیدا ہو گئیں۔

اسی زمانے میں ملک میں انقلاب آیا۔ خلیفہ اعلیٰ صاحب نے مارشل لا نافذ کیا۔ انہوں نے اتحادِ اسلام کا بیڑا اٹھایا۔ اس میں انہیں محقق علم، کرام کے قوانین کی شہ پر ضرورت تھی۔ یہ اس کے حق میں کوئی بھی ہوتی فکر نہ کی اس موت پر ایک نہ کیا جاتا۔ چنانچہ اپنے سر شہداء ائمہ عید کی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم، ایماء پر ہر دروازے سے اس نے لئے بھی دن رات کوششیں کیں۔ اب زیادہ وقت اسلام آباد میں گزرنے کا، وہاں سے کریمیاں سستی بھی پڑھتے اور کریمیاں میں گزرنے والے ہر دن میں فوجی اہلکاروں کے لئے قمر، دیکھتے ہیں مقررہ وقت پہنچ جاتا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں کامیابی کے لئے آیا۔

چچو صاحب بعد قاپ و فوجی شریعت کے لئے کئے گئے۔ اس سے آپ کی مسرورات میں اور اضافہ ہو گیا۔ اس کے بعد میرے محکومت شریعت تعلیمات کے لئے مقرر ہوئے اور ابھی تک اس مہم پر ہیں۔ انہیں میرے میں انہوں نے مایہ ناز اور انتظامی مہم سے نبھائے گئے۔ شریعت اور فقہی تحقیقات کی بنیاد پر اپنے فرائض کے پورا کرنے کی ناکامی میں اس کی تعمیر مانا مشکل ہے۔

آج اہل کیلئے اریحے قانون تبدیل کرنا بہت مشکل ہے۔ جب کوئی قانون

تجربہ فوجی کے لئے ایسٹلی میں پیش ہوا ہے تو اپوزیشن اور حکومت کے درمیان رہا نہیں شہ دن
بہم ہوتی ہے۔ خاص طور پر اسلامی قوانین آسٹری سے پاس مرانا تو جو کہ شہر اس کے
مقامی ہے لیکن دفعتی شہر کی عدالت کو نہیں، اچانک مرحوم نے یہ اختیار دیا تھا کہ جس کو امنیہ
اور شہریت کے خلاف پابندی پر ایک تھریڈ پھیر دے ہر خلیل کوئی فرد یہ مسئلہ عدالت میں
شہر کی ہے۔ یہ تھریڈ کے لئے مہارک ہاتھوں سے اور انہوں نے فیصلے صادر کیا۔ اس
جس کی وجہ سے خلاف تر بیت قوانین کا وعدہ ہوا کہ اس کے ورورہ ان کی ملک کا عدم میں اور
ان کی ہے۔ یہ ان کے تھے جو نے فیصلے کو کوئی پارٹیشن کا مسئلہ کر چکے ہیں۔

اپنی مصروفیت کے ساتھ ساتھ سرگودھا کی ایف او ایم منصوبہ قیادت یہ ہے کہ آپ کو حق افغانہ الاموالی (ہمدرد) کے نائب صدر ہیں۔ یہ ایک بین الاقوامی ورورڈ ہے جو لوگ آئی سی (O.I.C) کے تحت کام کر رہے ہیں۔ اس ادارہ میں انتہائی مشکل منصوبہ جات تحقیق کے لئے پیش ہوتے ہیں۔ اس کے اندر بھی انہوں نے معاشیات، اقتصادیات، عالمی تجارت، اور تجارت برائے امت ہینے منصوبہ جات پر تحقیقی مقالے عربی زبان میں پیش کئے ہیں اور اور اور گورنمنٹ برائے تجارتی شائع ہوا۔

اس کے علاوہ پانچ برس میں جو مختلف بینک اسلامی بینکوں پر قائم رہے۔ انہوں نے بھی ضمنی اور فی الحقیقت اپنے ان کا بہت وقت لیا۔ ان دنوں ان کی وجہ سے سبکیں ہر بار غیر ملک قراں کی صورت پیش آتی۔ ان ادارہ سب کی سب "جہان دیہ" میں چاند چھے ہیں۔ یہ تقریبی گزشتہ تین سالوں اور تحقیقی کاموں سے ملے ہوئے ہیں۔ ان سبوں میں انہوں نے جو کچھ، یہ وہ جو ان کی معلومات سے ملے ہوئے ہیں "جہان دیہ" میں تصویر دار

ان تمام مشغلوں کے علاوہ، بننے "ایضاح" (اردو: انگریزی) کی اہمیت
 کی بات، اسی کا یہ بھی ان کے کلموں پر ہے جسے انہوں نے بطریق اہمیت لکھا۔ اس
 پر تمام زندگی کے اندر تدقیق ہے ان سے نمونہ ^{۱۱} ^{۱۲} ^{۱۳} ^{۱۴} ^{۱۵} ^{۱۶} ^{۱۷} ^{۱۸} ^{۱۹} ^{۲۰} ^{۲۱} ^{۲۲} ^{۲۳} ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹</}

موجود ہیں۔ ان کو عرصہ ہوا کہ وہ دیکھیں پوچھو رہے ہیں کہ ان کی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ یہ ہے جیسا اللہ... مہربان ہیں۔ علامہ بریلوی کے عاشق ہیں۔ ولہ ماجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا استاد مانہ کرتے تھے۔ انہوں نے اس کتاب پر خود بھی لکھا ہے اور تقریباً بھی لکھی ہے۔ وہ خود یہ ہے کہ انہوں نے جس اللہ نام میں اس کی تعریف کی ہے، یہ انہی کا مقام ہے۔

کتاب فرماتے ہیں

"اے اللہ! ہمارے شیخ اہل علم علامہ مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمت افزائی اپنے عظیم بیٹے علامہ محمد شفیع نجیب، فقیہ، ادیب، رب مولانا محمد تقی عثمانی کو کہ وہ مکمل کریں فتح المسلمین کی شرح کو۔ انہوں نے اسے غلط دیکھا ہے۔ شروع کیا یہاں سے علامہ شیخ اللہ عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چھوڑا تھا اور تحقیق و تفصیل اور رحمت و جنت میں اسی طریقے پر لکھا جس طرح علامہ عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہے۔ تمہارا اور ان کی نسل پر دینی ہے۔"

ڈاکٹر یوسف قرصاوی حفظہ اللہ کی تقریریں:

میں نے... ابو عامر اسلام کی مشہور فقہی شخصیت ڈاکٹر یوسف قرصاوی بھی اس وقت ہمارے سامنے موجود ہیں۔ آپ اس کتاب پر نظر کیا کرتے ہوئے فرماتے ہیں "میں نے اس شرح سے اندر ایک محدث کی حسد ایک فقیہ کی استعداد، ایک استاد کی ذکاوت، ایک دانشور کا تہذیب و مصرعہ انداز پر کچھ دیکھتا ہوں۔ عالم کی بصیرت دیکھی۔ میں نے صحیح مسلم کی بہت سی شرحیں دیکھی ہیں۔ قدرتی بھی۔ جدید بھی ان تمام کتابوں میں

سے یہ شرح سب سے زیادہ قابلِ توجہ اور کامل استفادہ ہے۔

میں نے اس شرح سے استفادہ کیا ہے:

اتفاق کی بات یہ ہے کہ میں عرصہ دراز سے مسطر شریف پر سادہ بابوں۔ جہاں تک ماہر شیعہ احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح نفعی ہوئی ہے وہاں تک آسانی سے کام چل جاتا تھا۔ جب اُن کے پہنچتا تو مجھے یاد ہے کہ رات عشاء کے بعد درس ہوتا تھا اور میں اس کی تیاری دوپہر ۱۲ بجے سے شروع کر دیتا تھا۔ صرف کھانے اور نماز کا وقت ہوتا تھا۔ درجنوں کتابیں دیکھ کر مسائل کی تحقیق کرنا پڑتی تھی۔ خصوصاً کتاب ابوہریرہ میں جدید اقتضائات، معاشیات، طب، سیاست، جہاد و سیرت اور حدود و قصاص کے جدید مسائل میں علت و شائد کرنی پڑتی تھی۔ مطالعہ کرنے کے بعد سب یادداشتیں جمع کر کے طبع کو پڑھاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہرادر عزیز مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سلمہ کو جزائے خیر دے گا۔ انہوں نے ایک زبردست خلا کو پُر کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس حصے سے استفادہ کیا ہے اور ہر سال کرتا ہوں۔ جتنا سلیف ہو جاتا تھا اس سے استفادہ کرنا رہا۔ ایک ایک مسطر پر ان کے نئے دعائیں تھکتی رہیں۔

اس شرح کی ایک نادور خصوصیت:

سلف صالحین کی احتیاط، مذہبی تعصب سے بالاتر ہو کر حقیقت حدیث کو واضح کرنے کا جو طریقہ ہم نے بزرگوں کے اندر دیکھا تھا، اس کا کامل نمونہ اس میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ ایک خصوصیت اس شرح کی ایسی ہے جو کسی بھی کتاب حدیثی شرح میں موجود نہیں۔ میں پوری بصیرت کے ساتھ عرض کر رہا ہوں۔ اور وہ خصوصیت یہ

ہے کہ جدید دور کے سیاسی میدان، تجارتی و معاشیاتی میدان، علمی میدان میں اور حد ۵۱ :
قصاص کے قوانین کے میدان میں جن نئے مسائل اور الجھے ہوئے سوالات نے ختم کیا
ہے، ان پر علماء نے اگرچہ عربی اور اردو میں کتابیں لکھی ہیں لیکن کسی حدیث کی شرح کے
صحن میں حدیث سے استنباط کرتے ہوئے ان مسائل کو شروح حدیث میں بیان نہیں کیا
گیا۔ یہ نمایاں اور نادرا و المثل خصوصیت صرف تفسیر المصنف کے حصہ میں آئی ہے۔

میری ولی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم کتاب کے مولف کے علم و عمر میں برکتیں
عطا فرمائے اور ان کو اس سے بھی زیادہ اور بڑے بڑے علمی تحقیقی کاموں کی توفیق عطا
فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

امریکہ میں مسلمان کس طرح رہیں

مفت اعظم پاکستان مولانا محمد رفیع عثمانی رحمہ اللہ

بیت العلوم

۱۰- ایف ۷/۱۰، نزدیکی سید الشہداء، لاہور